خادم نمبر

جنوری 1959ء

ایڈیٹر

ابوالعطاء جالندھری

جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم رض
امیر جماعت احمدیہ گجرات

سالانہ چندہ ۵ روپے
اس نمبر کی قیمت [illegible] آنے

آ گیا وقت سحر تو شمع بجھ کر ھی رھی

جناب خادم صاحب مرحوم کی ایک نظم

عشق پر لطف و عنایت کی فراوانی ھوئی
وصل کی شب اس لئے عاشق کو حیرانی ھوئی

رنگ گل آیا نظر خون شہیداں ھجر میں
بلبلوں کی نغمہ خوانی مرثیہ خوانی ھوئی

داغ بن کر چاند کے رخ پر نمایاں ھو گئی
بعد مرنے کے مری ھر آہ لافانی ھوئی

تیری محفل میں ترا دیوانہ بھی ھو غیر بھی
بزم آرائی تو کیا یہ فتنہ سامانی ھوئی

کر دیا عہد جوانی تیرے وعدے پر نثار
یہ ھے نادانی تو سچ ہے مجھ سے نادانی ھوئی

یونہی بے تمہید کہہ دینی تھی ان سے نامہ بر
میرے مرنے کی خبر وجہ پریشانی ھوئی

آ گیا وقت سحر تو شمع بجھ کر ھی رھی!
رات بھر بے سود پروانوں کی قربانی ھوئی

خانۂ ویران خادم میں ھؤا مہماں جو عشق
لخت دل خون جگر سے اس کی مہمانی ھوئی

مرسلہ
محمد اسحٰق بی اے مبلغ مغربی افریقہ

(منقول از ھفت روزہ لاھور ۱۵ مارچ ۱۹۵۸ء)

نائب ایڈیٹر	بسم اللہ الرحمن الرحیم	ایڈیٹر
(۱) مسعود احمد دہلوی (۲) خورشید احمد شاد	الفرقان (خادم نمبر)	ابوالعطاء جالندھری
شمارہ ۱ اوّل	جنوری ۱۹۵۹ء	جلد نہم

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا اعلان

حضور نے ملک عبد الرحمن صاحب خادمؓ کو سلسلہ احمدیہ کا خالدؓ قرار دیا

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء کو ہزار ہا کے مجمع میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ایک بات میں یہ کہنی چاہتا تھا کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خلافت کے وقت جب حملے ہوئے تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مغرور مت ہو میرے پاس خالد ہیں۔ جو (دلائل سے) تمہارا سر توڑیں گے۔ مگر اس وقت سوائے میرے کوئی خالد نہیں تھا۔ صرف میں ایک شخص تھا۔ چنانچہ پرانی تاریخ نکال کر دیکھ لو۔ صرف میں ہی ایک شخص تھا۔ جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا اور پیغامیوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان سے چالیس سال گالیاں سنیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ ایک شخص ان کی طرف سے دفاع کرنے والا تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان میں برکت دی اور ہزاروں ہزار آدمی مبائعین میں آکر شامل ہو گئے جیسا کہ آج کا جلسہ ظاہر کر رہا ہے مگر یہ نہ سمجھو کہ اب وہ خالد نہیں ہیں اب ہماری جماعت میں اس سے زیادہ خالد موجود ہیں۔ چنانچہ شمس صاحب ہیں مولوی ابوالعطاء صاحب ہیں عبد الرحمن صاحب خادم ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ جو دشمن کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی قلم میں اور ان کے کلام میں زیادہ سے زیادہ برکت دے گا۔"

(الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء)

احمدیت کا مخلص و غیور خادم رضی اللہ عنہ

(از ابو العطاء)

محترم جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گجرات کا انتقال ایک قومی اور جماعتی صدمہ ہے یوں تو ہر پیدا ہونے والا انسان آخر فوت ہوتا ہے۔ مگر جو افراد کسی نصب العین کے مخلص اور پُرجوش حامی ہوتے ہیں اور جو لوگ اپنی جماعت میں ایک خاص خدمت بجا لا رہے ہوتے ہیں۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوتا ہے۔ وہ بصد مشکل اور لمبے عرصہ کے بعد پر ہوتا ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اخویم محترم خادم صاحب مرحوم ان نوجوانوں میں سے نمایاں ترین شخصیت تھے جو ہمہ تن دین کی خدمت کو اپنا مقصد قرار دے کر مخلصانہ جدوجہد میں مشغول ہو جاتے ہیں آپ نے ساری زندگی سلسلہ کے سچے غیور فرزند کے طور پر بسر کی ہے ۱۹۲۶ء کے مارچ میں کھاریاں ضلع گجرات میں مجھے (جیسا کہ میں ابھی حضرت استاذی المحترم حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھا کرتا تھا) ایک جلسہ کے لئے جانا پڑا۔ اس موقعہ پر پہلی مرتبہ برادرم خادم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی عمر اس وقت ۱۵ برس کی ہوگی۔ یہ پہلی ملاقات ایسی محبت اور اخوت کی راسخ بنیاد بن گئی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ للّٰہی محبت اور پر خلوص تعلق کے یہ تیس برس آج ایک خواب نظر آتے ہیں۔ محترم خادم صاحب اس وقت دسویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ انہیں علم دین کا بے حد شوق تھا۔ ہر جگہ سے معلومات حاصل کرنے کی انہیں دھن تھی۔ عنفوان شباب سے ہی وہ مخالفین اسلام و احمدیت کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صیقل ذہن کے ساتھ خاص قوت گویائی بھی عطا فرمائی تھی۔ اور یہ کہنا ذرہ بھر مبالغہ نہیں کہ جناب ملک صاحبؓ نے ان مواہب الٰہیہ کو ہمیشہ دین کی خاطر خرچ کیا۔ اوائل میں جب کبھی انہیں محسوس ہوتا کہ کسی وجہ سے مقامی مباحثہ میں مرکز سے کوئی آنا چاہیئے تو اپنے تعلقات کی بناء پر مجھے فوراً بلا لیتے تھے۔ میرا اندازہ ہے کہ مجھے گذشتہ عرصہ میں بے شمار مرتبہ گجرات جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ قیام ہمیشہ ان کے ہاں ہی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک صاحب موصوف کو زندہ دلی اور نکتہ سنجی کا ملکہ بھی خوب عطا فرمایا تھا ان کی مجلس میں بسا اوقات پاکیزہ لطائف کا تذکرہ ہوتا تھا۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ایک اچھے قانون دان اور عمدہ مقرر وکیل کے ساتھ ساتھ آپ گہرا جاننے والے اور نکتہ رس عالم دین بھی تھے۔ ان دونوں صفات کے اجتماع نے آپ کو بیسیوں نادر مواقع خدمت دین کے عطا فرمائے۔ مناظرات میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور بڑے بڑے معاند مولوی خادم صاحب مرحوم کے نام سے مرعوب تھے۔ قوت تحریر بھی پُر تاثیر ہوتی تھی۔ مضامین کا ایک انبار اور احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک

اس پر شاہد ہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ محترم خادم صاحب کو سلسلہ سے بے پناہ خلوص تھا۔ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات سے بے انتہا عقیدت اور عشق تھا۔ حضور کے خلاف کسی بات کا سننا آپ کے لئے ناممکن تھا ۔ باوجودیکہ آپ گجرات میں بطور وکیل پریکٹس کرتے تھے مگر جب بھی سلسلہ کو کسی جگہ آپ کی ضرورت پیدا ہوئی آپ نے بلا تامل اس کے لئے لبیک کہا اور ہمیشہ پورے جوش اور خلوص سے خدمت ادا کی۔

جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیراً

وسط دسمبر ۵۷ء میں جب میں ہسپتال میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ تو حالت اچھی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ جلسہ پر ربوہ تشریف لائیں گے۔ میں نے افسر جلسہ سالانہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سے عرض کیا کہ خادم صاحب کی یہ خواہش ہے۔ وہ بیمار ہیں۔ اس لئے ان کی رہائش اور کھانے کا خاص اہتمام ہونا چاہیئے۔ محترم خادم صاحب کالج کے زمانہ سے ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے گہرے مخلصانہ تعلقات تھے انہوں نے فرمایا۔ ان کے لئے تو بہر حال انتظام کیا جائے گا۔ چنانچہ ان کے لئے کوارٹر ریزرو کرکے انہیں اطلاع کر دی گئی اور یہ توقع تھی کہ وہ جلسہ سالانہ کے موقع پر تشریف لے آئیں گے۔ میں ان کے لئے چشم براہ تھا۔ لیکن ان کی بجائے جلسہ سالانہ کے سٹیج پر مورخہ ۲۷/۱۲/۵۷ کو مجھے برادرم محترم خادم صاحب کا ایک ملفوف موصول ہوا۔ ایلچی نے بتایا کہ خادم صاحب تو تشریف نہیں لا رہے۔ جس سے بہت افسوس ہوا۔ پھر اکتیس ۳۱ دسمبر کو اچانک یہ سننا پڑا۔ کہ حضرت خادم صاحب مرحوم انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب خادم صاحب کے حالات تدفین

(منقول الفضل ۳ جنوری ۵۸ء)

ربوہ یکم جنوری۔ آج چھ بجے شام احمدیت کے بہادر سپاہی اور سلسلہ کے دلیر اور نڈر مجاہد مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم کو مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ محترم خادم صاحب مرحوم کل ڈیڑھ بجے بعد دوپہر دل کے عارضہ سے میو ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے تھے۔ شام کو آپ کا جنازہ لاہور سے گجرات لے جایا گیا۔ جہاں سے آج صبح ۹ بجے روانہ ہو کر سوا دو بجے بعد دوپہر ربوہ لایا گیا۔ ۴ بجے بعد نماز عصر مسجد مبارک کے عقبی میدان میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کندھا دیا۔ نماز جنازہ کے وقت کی اطلاع بذریعہ لاؤڈ سپیکر کر دی گئی تھی۔ چنانچہ نماز جنازہ میں مقامی احباب کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی دیگر افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور دیگر بزرگان سلسلہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ربوہ کے علاوہ دیگر قریبی مقامات سے بھی احباب آئے ہوئے تھے۔

نماز جنازہ کے بعد آپ کا تابوت مقبرہ بہشتی لایا گیا۔ چونکہ آپ کے بعض عزیزوں کی آمد متوقع تھی۔ اس لئے قریباً ساڑھے پانچ بجے تک ان کا انتظار کیا گیا اور ان کے آنے کے بعد چھ بجے آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اور اس طرح احمدیت کا یہ پُرجوش مبلغ اور سلسلہ کا نڈر اور بہادر سپاہی ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ قبر تیار ہونے پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے دعا فرمائی۔

خادم صاحب مرحوم

احباب ان کے نمونہ سے سبق سیکھیں

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے قلم سے)

ہر ترقی یافتہ انسان کی زندگی کا ایک خاص پہلو ہوا کرتا ہے۔ جس میں وہ اکثر دوسرے لوگوں سے امتیاز پیدا کرکے ان کے لئے گویا ایک نمونہ بن جاتا ہے اور فرض شناس لوگ اس کی مثال سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگیوں میں ترقی کا راستہ کھولتے ہیں۔ یہی صورت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم کی زندگی میں نظر آتی ہے جنہوں نے آج سے ایک سال قبل گویا بالکل جوانی کے عالم میں وفات پائی۔ خادم صاحب مرحوم گجرات صوبہ پنجاب کے رہنے والے تھے اور کسی ایسے خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے جس میں علمی تبحر اور تبلیغی ذوق و شوق کی کوئی خاص روایات پائی جاتی ہوں۔ بلکہ خود ملک صاحب مرحوم نے بھی کسی دینی درس گاہ میں تعلیم نہیں پائی اور نہ کسی عالم دین کی باقاعدہ شاگردی اختیار کرکے دین کا علم سیکھا۔ ان کی دنیوی اور عربی تحصیلِ علم صرف اس قدر تھی کہ انگریزی کالجوں کی فضاء میں بی۔ اے پاس کرکے وکالت کا امتحان دیا۔ اور پھر بظاہر ساری عمر عدالتوں میں گشت لگا کر اپنی روزی کماتے رہے۔ مگر باوجود اس کے خادم صاحب مرحوم نے محض اپنے ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں وہ کمال پیدا کیا کہ جہاں تک مذہبی مباحثہ اور اس میدان کے علمی حوالہ جات کا تعلق ہے وہ جماعت احمدیہ کے کسی موجودہ عالم سے کم نہیں تھے۔ بلکہ مناظرات میں جوابوں کی فراوانی اور برجستگی میں انہیں گویا ایک جیتی جاگتی انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیئے۔ ہر اعتراض کا جواب ان کی زبان پر تیار کھڑا ہوتا تھا۔ ہر ضروری حوالہ ان کے مونہہ سے اس طرح نکلتا تھا۔ جس طرح ٹکسال کی مشین سے سکے بن بن کر نکلتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ یہ سب کچھ کسی درسی تعلیم کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ محض ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ جس نے ان کو مذہبی مناظرین کی صفِ اوّل میں لا کھڑا کیا تھا اور اس پر ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ جب کسی قلمی یا لسانی جہاد کا بگل بجتا تھا۔ تو وکالت کو **الوداع** اور ذاتی آرام و آسائش کو خیر باد کہنے کا منظر نظر آتا تھا۔ اور خادم صاحب سب کچھ چھوڑ کر لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے آگے آ جاتے تھے یہی وہ رضاکارانہ جذبہ تھا۔ جس نے قرونِ اولیٰ میں اسلام کو سربلند کیا۔ اور یہی وہ رستہ ہے۔ جس پر گامزن ہو کر احمدیت کے فرزند آج پھر دوبارہ اسلام کا سر اونچا کر سکتے ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ خدائے عرش نے حضرت

مسیح موعودؑ کو الہام کیا کہ :-

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

"یعنی خوشی کی چال چل کہ اب وہ وقت نزدیک ہے
کہ جب **محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
نام لیوؤں کا پاؤں زمین کی پستی کی بجائے
میناروں کی بلندی پر پڑے گا -"

پس ہمارے نوجوانوں کو خادم صاحب مرحوم کی زندگی سے سبق لینا چاہیئے - انہوں نے دنیا کے کاموں میں حصہ لیتے ہوئے اور وکالت کے فرائض ادا کرتے ہوئے محض اپنے ذاتی شوق اور ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں وہ مقام حاصل کیا جو کئی پورے وقت کے مبلغوں کو بھی حاصل نہیں ہوتا - انہوں نے اپنے دل میں خدمتِ دین کا بے پناہ جذبہ پیدا کیا - مذہبی مباحثات کے علم میں کمال کو پہنچے اور بظاہر واقف زندگی ہونے کے بغیر عملاً اپنے اوقات کو خدمتِ اسلام اور خدمتِ احمدیت کے لئے وقف رکھا - ایسے نمونے خدا کی طرف سے جماعت کے لئے **حجت** ہوا کرتے ہیں اور خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ جب تمہیں میں سے ایک نوجوان اپنی ذاتی کوشش اور ذاتی ولولہ کے نتیجہ میں یہ مقام حاصل کر سکتا ہے تو تم کیوں نہیں کر سکتے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام میں نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کو **حجۃ اللہ** کے نام سے پکارا گیا ہے - یعنی "خدا کی طرف سے لوگوں پر ایک حجت" اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح یہ فرمائی ہے - کہ جب خدا تعالےٰ نے ایک ریاست کے نوابی خاندان کے نوجوان فرد کو جس کے لئے ہر قسم کے عیش و آسائش کے سامان مہیا تھے احمدیت کی صداقت کو اس زمانہ میں قبول کرنے کی توفیق دی جب چاروں طرف مخالفت کا زور رہتا تو دوسرے صاحبِ دولت و ثروت خاندانوں کے لئے نواب محمد علی خان صاحب مرحوم کا احمدیت کو قبول کرنا قیامت کے دن ایک حجت ہوگا - کہ جب اس نے اپنے ماحول سے نکل کر صداقت کو قبول کیا - تو تم اپنے عیش و عشرت میں کیوں محو خواب رہے؟ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ خادم صاحب مرحوم کا وجود بھی جماعت کے ایک طبقہ کے لئے **حجت** ہے کہ جب خادم مرحوم نے اپنے ذاتی شوق اور ذاتی کوشش اور ذاتی جدوجہد کے ذریعہ دین کا پختہ علم حاصل کیا اور وکالت جیسے غافل رکھنے والے پیشہ میں مصروف ہونے کے باوجود دین کا پرجوش خادم وہ کر زندگی گذاری تو تم کیوں اس مقام کو حاصل نہیں کر سکتے؟

پس اے وکیلو اور اے ڈاکٹرو اور اے تاجرو اور صناعو اور اے زمیندارو اور اے دوسرے پیشہ ورو! تم پر خادم مرحوم کی زندگی یقیناً ایک حجت ہے کہ تم دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے بھی دین کا علم حاصل کر سکتے اور دین کی خدمت میں زندگی گذار سکتے ہو - اسلام تم سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ ساری کی ساری جماعت دنیا کے کاروبار چھوڑ کر دین کی خدمت کے لئے کلیتہً وقف ہو جائے بلکہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جماعت کا ایک حصہ تو پورے طور پر دین کی خدمت کے لئے وقف ہو - (جیسا کہ فرمایا ولتکن منکم اُمۃ) اور دوسرا حصہ دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہوئے اور جائز طریق پر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی کماتے ہوئے اپنے اوقات اور اپنے اموال اور اپنے جسم اور اپنے دل و دماغ کے قویٰ

ہیں سے خدا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح اور اس کے دین کا واجبی حق نکالے تا وہ دجّال کی طرح اندھا نہ ہونے پائے بلکہ اس کی دونو آنکھیں روشن ہوں اور اس کی زندگی میں دنیا یہ نظارہ دیکھے کہ:

دل با یار و دست با کار

پس عزیزو اور دوستو خادم مرحوم کی زندگی سے سبق سیکھو تا اس مرحوم نوجوان کی زندگی اور اس کی موت دونو خدا کی رحمت سے حصہ پائے زندگی اس لئے کہ اس نے غیر معمولی حالات میں اپنی زندگی کو اسلام اور احمدیت کی خدمت میں لگایا اور اپنے آپ کو اس کا اہل بنایا۔ اور موت اس لئے کہ اس کی وفات سے متاثر ہو کر تم نے اس کی زندگی سے خدمتِ دین کا سبق حاصل کیا۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

۹ر دسمبر ۱۹۵۸ء

خادم صاحب مرحوم کی زندگی کا سنہری ورق

(از جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

ملک عبدالرحمان صاحب خادم رضی اللہ عنہ کو اس وقت سے میں جانتا ہوں۔ جب وہ مڈل میں تھے۔ مجھے گجرات سلسلہ کے کام کے تعلق میں جانا پڑا۔ اور وہاں مجھے جماعت کے نوجوانوں کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا۔ اور اس اجلاس میں ایک تقریر خادم صاحب مرحوم نے کی مجھے ان میں غیر معمولی ذہانت کا احساس ہوا۔ اس کے بعد جب بھی گجرات جانے کا موقعہ ہوا ایک جلسہ منعقد کیا جاتا۔ اور خادم صاحب اور ان کے ساتھی تقریریں کرتے یہاں تک کہ انٹرنس پاس کرنے تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں اور سلسلہ کے لٹریچر سے ان کی واقفیت کافی ہو چکی ہوئی تھی۔ کالج میں داخل ہوئے تو اُن کا شوقِ مطالعہ اور تقریر نمایاں تھا۔ اور بحیثیت ناظر دعوۃ و تبلیغ انہیں طالب علم مبلغین کے ساتھ جلسوں اور مباحثات میں بھیجنا شروع کیا۔ ہوتے ہوتے جلسہ سالانہ کے سٹیج پر بہ جس صورت میں نمایاں ہوئے اور جس طریق سے خدمت سلسلہ کی توفیق ان کو ملی وہ محتاج اعادہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خادم مرحوم کو طالب علمی کے زمانہ سے ہی اپنے والد بزرگ کے اسوۂ حسنہ و تلقین کے ماتحت اپنے تئیں از خود خدمت سلسلہ کے لئے تیار کرنے کی توفیق ملی۔ جو ہم میں سے ہر ایک کے لئے قابل رشک اور سبق آموز ہے۔ بہت سے طلبہ تدریسِ نصاب مدرسہ یا کالج ۴ کا محض بہانہ ہی بناتے ہیں۔ کہ ان کا مطالعہ۔ دینی کتب کے مطالعہ کے لئے وقت نہیں چھوڑتا۔ اگر شوق ہو یا دینی خدمت کی ضرورت کا سچا احساس ہو تو وقت نکالنا کیا مشکل ہے جو حل نہ ہو سکے۔ ایسا عذر کرنے والے لبا اوقات گپ شپ میں اپنا وقت عزیز ضائع کر دیتے ہیں۔ خادم مرحوم کی زندگی کا سنہری ورق ہمیشہ کے لئے یادگار رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نوجوان ہماری جماعت میں بیسیوں پیدا کرتا رہے۔ تا یہ سلسلہ اپنی جدوجہد مسلسل جاری رکھنے کی توفیق پاتا رہے۔

احمدیت کے نڈر جانباز خادمؔ زندہ باد

(جناب عبد المنان صاحب ناہید)

آہ خادمؔ تو بھی آخر چل دیا سوئے معاد
نوحہ خواں ہے سالِ نو کی اوّلین شب کا سواد

پھر ترے غم سے نمایاں ہوگئے سینے کے داغ
شاخِ گل کو آ گئی ٹوٹے ہوئے پھولوں کی یاد

کفر کی ہر ضرب تھی تیرے لئے وجہٗ ثبات
یعنی اس سے پختہ تر ہوتا تھا تیرا اعتقاد

کتنی دلکش تھی تری تقریر بھی تحریر بھی
تیرا اسلوبِ بیاں اور تیری طرزِ انتقاد

ہے بہشتی مقبرہ شاہد ترے ایمان پر
حق تو یہ ہے مر کے بھی تو پا گیا اپنی مراد

مضطرب دل مرضیٔ مولا پہ راضی ہوگئے
اپنا بندہ لے گیا اپنے قریں ربّ العباد

غیر ممکن ہے کہ تجھ کو بھول جائے گی وہ قوم
عمر بھر جس نے تجھے دیکھا ہے مصروفِ جہاد

قوم کی تاریخ میں تو زندۂ جاوید ہے

احمدیت کے نڈر جانباز خادمؔ زندہ باد

خادم صاحب مرحوم اسلام و احمدیت کے شیدا تھے

(از قلم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نائب صدر عالمی عدالت انصاف ہیگ)

مَیں خادم صاحب مرحوم (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کو ان کے کالج کی طالبِ علمی کے زمانہ سے جانتا تھا۔ مرحوم ایک خوش خُلق۔ صالح مخلص جوان تھے۔ اسلام اور احمدیت کے شیدا تھے۔ دین کیلئے درد اور خدمتِ دین کا جوش رکھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے رستے میں انہیں کسی قربانی سے دریغ نہیں تھا۔ دُعا ہے کہ رب العالمین۔ خیر المحسنین ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ انہیں اجرِ وافر عطا فرمائے اور اپنی بے پایاں رحمت کے سائے میں جگہ دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ والسلام

خاکسار

ظفر اللہ خان

محترم خادم صاحب مرحوم کے چار آخری خطوط

(۱)

حضرت میرزا بشیر احمدؓ صاحب ایم۔ اے کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

A.V.H

میو ہسپتال کمرہ ۵ لاہور
مورخہ ۱۴/۱۲/۵۷

محترم ومکرم ومخدومی حضرت میاں صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ وایدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا گرامی نامہ آج موصول ہوا۔ اس توجہ اور شفقت کے لئے جو آپ میرے حال پر فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزاء دے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کی لا انتہا بارشیں آپ پر برسائے (آمین)

اپنی موجودہ بیماری کے دوران میں جب سے میری طبیعت سنبھلی ہے اور کسی قدر توجہ ہے۔ دعا کرنے کے قابل ہوا ہوں بالالتزام روزانہ آپ کی صحت وعافیت درازیٔ عمر اور اسلام کی بیش از بیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق پانے کے لئے دعا کرتا ہوں اور انشاء اللہ العزیز کرتا رہوں گا۔ علاوہ ازیں حضرت ام مظفر کی شفایابی اور تندرستی وتوانائی ودرازیٔ عمر کے لئے بھی بالالتزام دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول فرمائے آمین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اب بخیریت ہوں آخری ایکسرے ۷/۱۲/۵۷ کو ہوا تھا جس سے یہ معلوم ہوا کہ دایاں پھیپھڑہ (جو متاثر ہوا) اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب صاف ہو گیا ہے۔ اور جھلی میں پانی بھی خشک ہو چکا ہے۔ صرف تھوڑا سا نچلا حصہ ذرا ناصاف (Haze) تھا جس کے بارہ میں یہ خیال تھا کہ جھلی کے موٹا ہو جانے کے باعث ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی اقل قلیل مقدار میں پانی موجود ہو۔ اگرچہ ایکسرے یا دوسرے ذرائع سے وہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے یہ فیصلہ ہوا کہ ہفتہ عشرہ اور انتظار کر لی جائے۔ اب انشاء اللہ العزیز ۱۶/۱۲/۵۷ (پرسوں) آخری ایکسرے ہوگا۔ اور اس کے بعد جیسا کہ ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے کہا ہے چھٹی ہوگی۔ یہ ایکسرے محض احتیاطاً لیا جا رہا ہے۔ ورنہ پیرزادہ صاحب تو ۷/۱۲/۵۷ ہی کو چھٹی دے رہے تھے۔ لیکن میرے کہنے پر کہ ہفتہ عشرہ اور انتظار کر لیا جائے وہ رضامند ہو گئے۔

اندازہ یہی ہے کہ یہاں سے ۲۰/۱۲/۵۷ تک فراغت ہو جائے گی۔ اس کے بعد ابھی تک یہ طے نہیں پایا۔ کہ آیا مجھے گجرات چلے جانا چاہیئے۔ یا کچھ دن اور لاہور میں ہی ٹھہرنا چاہیئے۔ برادرم فیضی صاحب کی خواہش ہے کہ ہسپتال سے فارغ ہو کر ہفتہ عشرہ ان کے ہاں ٹھہروں۔ اس کے بارہ میں ابھی تک میری طبیعت کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔

جلسہ سالانہ بھی قریب آرہا ہے اور سیدنا حضرت امیر المومنین کی خرابی صحت کے پیش نظر انتہائی خواہش ہے کہ اس میں بھی شمولیت کی توفیق ملے اور اس غرض سے دعائیں بھی بہت کی ہیں۔

مَیں سیدنا حضرت امیر المومنین کی درازی عمر۔ صحت و عافیت اور طاقت و توانائی کی بحالی کے لئے بالالتزام دعا کرتا ہوں اور یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ ضرور ہماری عاجزانہ دعائیں سنے گا۔ اور حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ العزیز

مولوی رحمت علی صاحب کو آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں درد ہے اور پیپ بھی ہے۔ جو روزانہ نکالی جاتی ہے۔ دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

بالآخر درخواست ہے۔ کہ میری کمل صحتیابی اور قوت و توانائی کی بحالی کے لئے بھی دعا فرماویں۔ اور اس امر کے لئے بھی کہ اللہ تعالےٰ دین کی بے لوث خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

(احقر خادم ملک عبد الرحمٰن خادمؔ)

---

(۲)

ابو العطاء جالندھری کے نام

لاہور
۲۲-۱۲-۵۷

"محترم و مکرم حبّی فی اللہ حضرت مولانا!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

منتظم صاحب مکانات (جلسہ سالانہ) کی طرف سے اطلاع آگئی ہے کہ میرے لئے دار الضیافت کے کوارٹروں میں سے ایک کوارٹر Reserve کیا گیا ہے اس سلسلہ میں آپ کی توجہ کا شکریہ!

لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہاں پر کھانا وغیرہ پکانے اور دیگر ضروریات کے مہیا کرنے کا کیا انتظام ہوگا ۔ میرے ہمراہ اہل خانہ یا کوئی باورچی نہیں ہوگا۔ جو مجھے میری طبی ضروریات و ہدایات کے مطابق کھانا پکا کر دے

پھر پیشاب پاخانہ وغیرہ کے لئے کموڈ کی بھی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ بحالتِ موجودہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

گو مجھے یقین ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور آپ نے ان امور کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور طے کر لیا ہوگا۔ لیکن چونکہ مجھے علم نہیں۔ اس لئے احتیاطاً لکھ رہا ہوں۔ ابھی تک میرے ہسپتال سے فارغ ہونے کے بارے میں فیصلہ نہیں ہوا۔ اب صرف احتیاطاً چند دن کے لئے ٹھہرایا گیا ہے۔ امید ہے کہ ۲۶/۱۲/۵۷ تک چھٹی مل جائیگی۔ اندریں صورت ۲۶ یا ۲۷/۱۲ کو ربوہ پہنچیں گے انشاء اللہ العزیز۔

مجھ سے پہلے مولوی محمد رمضان صاحب (کلرک ضلعوار نظام گجرات) ۲۵/۱۲/۵۷ کو ربوہ پہنچیں گے منتظم صاحب مکانات سے کہہ دیں کہ ان کے پہنچنے پر ان کو کوارٹر کی چابیاں دے دیں۔

دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ جلسہ میں بخیریت شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے

مَیں نے ان امور کے متعلق اس لئے بھی لکھا ہے کہ جلسہ کے موقعہ پر سخت مصروفیت کے باعث پوری توجہ نہیں ہو سکتی۔ اگر قبل از وقت انتظام کر لیا جائے تو بہتر ہے (احقر ملک عبد الرحمٰن خادمؔ)

(۳)

جناب ملک مبارک احمد صاحب امین آبادی کے نام

"پیارے بھائی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
امید ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بخیریت ہونگے۔
مجھے تاحال ہسپتال سے چھٹی نہیں ملی۔ اور نہ

تاحال یہ معلوم ہے کہ کس دن چھٹی ہوگی۔ ۱۹/۱۲/۵۷ کو آخری مرتبہ پانی جھلی میں نکالا گیا۔ اور Test کے لئے بھیجا گیا۔ جس کا نتیجہ کل آگیا ہے کہ اس میں کسی بیماری کے جراثیم نہیں ہیں۔

ہماری کوشش ہے کہ ۲۶ تک چھٹی مل جائے۔ اور اگر موٹر کار کا انتظام ہوجائے تو ۲۷ کو ربوہ پہنچیں گے۔

ربوہ سے افسر مکانات کی اطلاع آئی ہے کہ میرے ٹھہرنے کے لئے دارالضیافت کے متصل جو کوارٹرز ہیں۔ ان میں سے ایک کوارٹر Reserve کیا گیا ہے۔ بہرحال میرے پہنچنے کا معاملہ غیر یقینی ہے اور محض اللہ تعالےٰ کے علم میں ہے۔

جلسہ کے موقعہ پر مولوی محمد رمضان صاحب گجرات سے پاکٹ بکیں برائے فروخت ربوہ لائیں گے اور امید ہے کہ ۲۵/۱۲/۵۷ کی شام تک وہ ربوہ پہنچ جائیں گے میں نے ان کو لکھا ہے کہ وہ ربوہ پہنچ کر آپ سے ملیں آپ میری غیر حاضری میں اس کام کو بھی اپنا ذاتی کام سمجھ کر مولوی صاحب موصوف کو ہدایات دیں اور اپنی نگرانی میں ان سے کام کرائیں۔ مجھے یہ لکھنے کی ضرورت تو نہیں تھی۔ لیکن محض رسماً لکھ رہا ہوں۔ ورنہ مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی آپ ایسا ہی کرتے اگر آپ کی رائے میں علیحدہ سٹال برائے فروخت پاکٹ بک لگانا موزوں ہو تو اس کے لئے بھی مولوی صاحب کو ہدایات دے کر سٹال لگوادیں۔ بہرحال جس طریق پر مناسب خیال فرمائیں یہ کام سرانجام دیں۔ کتب فروشوں کو ادھار کتابیں دینا تو آپ بھی جانتے ہیں کہ خالی از خطرہ نہیں۔ اس لئے اس سے میں نے مولوی صاحب کو روک دیا ہے۔ والسلام

۲۲/۱۲/۵۷ (آپ کا احقر ملک عبدالرحمٰن خادم)

ابوالعطاء جالندھری کے نام آخری خط

H.۴.۸ کمرہ ۵ لاہور
میو ہسپتال ۲۵-۱۲-۵۷

برادرِ مکرم و محترم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں جلسہ سالانہ پر آنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور بہت امید تھی کہ اس مبارک تقریب میں شمولیت کی توفیق مل جائے گی۔ لیکن کل ۲۴/۱۲ دوپہر کے کھانے کے بعد دائیں پنڈلی میں سوجن ظاہر ہوئی جو عصر تک بڑھتے بڑھتے ساری ٹانگ میں پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی شدید درد دائیں ران میں ہونے لگا تمام بقیہ دن اور گذشتہ رات بے چینی اور بے آرامی سے گذری۔ ڈاکٹری رائے یہ ہے کہ یہ تکلیف دائیں ٹانگ کی خون کی نالی میں Thrombosis (انجماد خون کے باعث خون کی رکاوٹ) کے باعث ہے اور یہ بیماری بھی (اگر اچھی ہو جائے تو) کافی دن لیتی ہے۔ اور تشویشناک بیماریوں میں سے ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنا رحم فرمائے اور میرے گناہوں کو جو بہت ہیں اپنی رحمت اور مغفرت سے بخش دے (آمین)

اگرچہ اصل بیماری تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے ٹھیک ہو چکی ہے۔ اور ۱۹/۱۲ کے بعد ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے محض احتیاط کے طور پر مزید چند دن ٹھہرانے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر یہ نئی تکلیف کل اچانک شروع ہو گئی ہے۔ اس وقت جبکہ میں لیٹے لیٹے یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ دائیں ٹانگ میں سخت درد ہو رہا ہے اگرچہ sonizdon کی ٹیکہ کھائی ہوئی ہے۔

منسلکہ پیغام[1] اس غرض سے آپ کی خدمت میں

[1] یہ پیغام ص ۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

پہنچا رہا ہوں کہ جناب ناظر صاحب اصلاح و ارشاد کی اجازت حاصل فرما کر کسی مناسب موقعہ پر احباب جلسہ سالانہ کو پڑھ کر سنا دیں۔ احباب نے اس خیال سے کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بکلی تندرست ہو چکا ہوں۔ دعائیں بند کر دی تھیں۔ آپ براہِ کرام احباب کی خدمت میں اپنی طرف سے جلسہ کے موقعہ پر دعا کی تحریک فرمائیں

مجھے جلسہ سالانہ سے محرومی کا بے حد قلق ہے اور ۱۹۱۲ء کے بعد یہ دسمبر کا پہلا جلسہ سالانہ ہے جس میں شریک نہیں ہو سکا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں اور اپنی مصلحتوں اور حکمتوں کو وہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے بے حد تکلیف ہے۔ اور آپ سے مکرر درخواست ہے۔ کہ میرے لئے خود بھی دعا فرمائیں۔ اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مؤثر الفاظ میں دعا کی تحریک فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے (آمین)

گجرات سے عزیز عبدالماجد۔ میرے ہم زلف اللہ داد خان صاحب فارسٹ رینجر اور حضرت والدہ صاحبہ محترمہ جلسہ پر آ رہی ہیں۔ جو کوارٹر میرے لئے رکھا گیا تھا۔ اس میں وہ ٹھہریں گے۔ اس بارے میں خیال رکھیں۔ کہ ان کو کوئی تکلیف یا رکاوٹ نہ ہو۔

(احقر آپ کا ملک عبدالرحمن خادم)

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس کا مصداق بادلائل یقین کرتے تھے اور ان کی وجہ سے میں بھی ان کا ہم خیال تھا۔

(۴) آپ کو تبلیغ کے موقعہ پر باوجود خطرات میں گھر جانے کے اپنی عزیز جان کی بھی مطلق پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک مناظرہ کے موقعہ پر (مقام کا نام یاد نہیں رہا) آپ کے بیان کردہ دلائل سے تنگ آ کر مخالفین میں سخت اشتعال پیدا ہو گیا۔ اس موقعہ پر خادم صاحبؓ کے ساتھ معدودے چند افراد تھے۔ اشتعال بڑھتا گیا٭

٭ مگر آپ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے چنانچہ ہم میں سے کسی دوست نے کہا" ملک صاحب مجمع زیادہ سے زیادہ مشتعل ہوتا جارہا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ حملہ کردیں۔ اور آپ شہید ہو جائیں" جس کے جواب میں آپ نے نہایت سادگی سے فرمایا "مجھ جیسے گنہگار کو شہادت کہاں نصیب"۔ بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدمت دین کیلئے والہانہ جذبات

(از جناب ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب امیر جماعت احمدیہ کیمبل پور)

(۱) ہمارے قادیان کے قیام کے دوران میں ملک عبدالرحمن صاحب خادم چند سالوں سے جب کبھی قادیان تشریف لاتے تو میرے پاس ہی قیام فرماتے چونکہ ان کا قادیان تشریف لانا تبلیغی پروگراموں کے ماتحت ہوتا تھا۔ اس لئے جب تک آپ اپنے پروگرام کی تکمیل نہ کر لیتے واپس اپنی قیام گاہ پر تشریف نہ لاتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اکثر اوقات کھانے کا وقت بھی گزر جاتا آپ کا معمول تھا کہ آپ کھانا ہمیشہ قیام گاہ پر ہی آ کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ میرا ان سے کئی بار اس امر پر اصرار بھی رہا کہ آپ کم از کم کھانا تو وقت پر آ کر کھا لیا کریں۔ اور اگر کسی وجہ سے آپ کھانے کے وقت پر تشریف نہ لا سکیں تو وہاں پہ ہی کسی جگہ بے شک کھا لیا کریں۔ مگر وہ یہی فرماتے کہ" وقت تھوڑا ہوتا ہے اور کام زیادہ۔ اس لئے دیر ہو جاتی ہے"۔ گویا آپ دینی کاموں کو اپنی صحت پر ہمیشہ ترجیح دیا کرتے تھے اور اپنے اس عہد بیعت پر زندگی بھر قائم رہے کہ" میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"

آپ کھانے میں اس قدر سادگی برتتے تھے کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ خوردن برائے زیستن پر عمل کر رہے ہیں آپ کو کھانے کی لذت یا عدم لذت کی مطلق کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ کی انتڑیوں کی تکلیف کا اصل باعث وقت پر کھانا نہ کھانا تھا۔

(۲) میرا ان سے انسیت اور محبت کا تعلق اس لئے بھی ہوا کہ میں ان کی پیہم تبلیغی سرگرمیوں سے بے حد متاثر تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ آپ کو تبلیغ دین کی ایک دھن لگی ہوئی ہے اور وہ اس امر کو برداشت نہیں کر سکتے کہ اسلام و احمدیت پر کوئی دشمن نکتہ چینی کرے

(۳) دعویٰ مصلح موعود سے بہت پہلے خادم صاحبؓ ص

مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؓ مرحوم کی آخری تقریر

(از مکرم چوہدری مشتاق احمدؐ صاحب باجوہ بی۔اے ایل ایل بی وکیل الزراعت لاء)

مورخہ ۳۱ اگست ۵۷ء کو مسجد احمدیہ کلڈنہ مری میں بعد نماز جمعہ جلسہ سیرۃ النبی منعقد ہوا جس میں مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؓ نے تقریر فرمائی۔ میں نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔

ملک صاحب مرحومؓ نے کمال حکمت سے اپنی تقریر کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان کا ذکر انتخاب فرمایا کہ کس طرح اللہ کریم نے آپ کے ذریعہ مرد و عورت دونوں کی عزت، عصمت و عفت و نیک نامی کی حفاظت کا قانون جاری فرمایا۔ آپ نے سورۂ نور کی متعلقہ آیات تلاوت فرمائیں اور حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور ان کی بریت اور آئندہ کے لئے اس برائی کے سدباب کے لئے الٰہی قانون کا ذکر فرمایا۔ اس قانون کی روشنی میں آپ نے مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی خلافت پر بہتان تراشی کرنے والوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ وہ کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات بھی پیش فرمائے۔

مکرم ملک صاحب مرحومؓ نے اس مبارک تقریب کے موقع پر نہ صرف اس دنیا کے محسن اعظم کو والہانہ انداز میں خراج عقیدت پیش کیا بلکہ ایسا موضوع چنا جو گذشتہ فتنہ منافقین اور جماعتی تربیت کے لحاظ سے جماعت کے لئے مفید تھا۔ میں مکرم ملک صاحب مرحوم کے اس پرحکمت موضوع اور عالمانہ خطاب سے بہت متاثر ہوا۔ اور اپنی صدارتی تقریر میں انہیں داد دی اور اس طرح میں نے درحقیقت سامعین کی ترجمانی کی۔

مکرم ملک صاحب کی یہ تقریر اس امر کا بھی ثبوت تھی کہ انہیں صداقت اور احمدیت کے مقابلہ میں کسی اپنے عزیز سے عزیز رشتہ دار کی بھی پرواہ نہیں۔ وہ خلافت حقہ کے خلاف ظلم کو واشگاف کرنے کے لئے اپنے قریبی رشتہ داروں کی بھی بلادریغ مذمت کر سکتے ہیں۔

جلسہ ختم ہوا۔ اس کے بعد مسجد کے صحن میں مختلف امور پر خادم صاحب مرحومؓ سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا وقت کافی ہو گیا تھا۔ اس لئے عصر کی اذان ہوئی۔ اور مکرم ملک صاحب مرحوم سے ہی عرض کیا گیا۔ کہ وہ امامت کروائیں۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم دونوں چند اور دوستوں کے ہمراہ اکٹھے جنرل پوسٹ آفس کی طرف روانہ ہوئے۔ چڑھائی بہت زیادہ تھی۔ مگر ہم آہستہ آہستہ ہی قدم اٹھا رہے تھے۔ ملک صاحب نے بتایا کہ ان کے عزیزوں کے اعتراض کس قدر بے معنی ہیں اور حضور ایدہ اللہ کی ذات کس طرح ان الزامات سے پاک ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ ملک صاحب مرحوم کا سانس بہت زیاد پھول گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا کہ مری کے صرف اس سفر کے دوران میں ہی میرا سانس پھولنا شروع ہوا۔ پہلے تو کبھی ایسا

تکلیف نہ ہوئی تھی۔ میں نے کہا آپ کو لاہور جا کر معائنہ کروانا چاہیئے۔ فرمایا ہاں ضرور واپسی پہلا ہور جاؤں گا اور معائنہ کرواؤں گا۔

باتوں باتوں میں آخر یہ چڑھائی کا سفر ختم ہوا۔ اور ہم جنرل پوسٹ آفس کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ اور انہیں خدا حافظ کہہ کر اپنی جائے قیام (کوٹھی واقع کشمیر پوائنٹ) کی طرف روانہ ہوا لیکن کیا معلوم تھا کہ یہ ملاقات آخری ملاقات ہوگی اور کسے یہ خبر تھی کہ یہ ۱۳ راگست کی خادمؔ صاحب مرحوم کی تقریر ان کی آخری پبلک تقریر ہوگی — میرے لئے سیرۃ النبیؐ کی تقریب پر منعقد مجلس کی صدارت بے شک باعث سعادت تھی۔ لیکن یہ کس کے گمان میں تھا کہ میں ان کی آخری تقریر کے موقع پر صدارت کر رہا ہوں۔ خادم صاحب مرحوم کی تقریر ہمیشہ اپنے اندر بے پایاں دلکشی رکھتی تھی۔ لیکن کس سامع کے تصور میں تھا کہ وہ اس شعلہ بیان مقرر کے یہ کلمات پھر کبھی سن نہ سکے گا۔

میرے نزدیک ایک رنگ میں خادمؔ صاحب مرحوم رضہ کا جماعت کو یہ آخری پبلک پیغام ہے اور ہمیں اسے اپنے ذہنوں سے کبھی محو نہ کرنا چاہیئے۔

جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ اور آپ کی تبلیغ واشاعتِ دین سے احمدیت ترقی کرنے لگی۔ تو وہاں کے غیر احمدی اصحاب نے احمدیوں کو ایک مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا اور خوب لڑائی کی اس پر مقدمہ چلا۔ اس مقدمہ میں جناب خادمؔ صاحب مرحوم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مفت وکالت کے فرائض سرانجام دیئے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب وہ کمرۂ عدالت میں بولتے تھے۔ تو فریق مخالف لاجواب اور دم بخود رہ جاتا تھا آخر اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم سے خادم صاحب کی کوشش اور ہمت بارآور ہوئی بعد احمدیوں کو مسجد مل گئی ؞

ملک عبدالرحمٰن صاحب ؓ خادمؔ

(از جناب عبدالحمید خاں صاحب شوق۔ لاہور)

ملک صاحب موصوف نہایت ہی زندہ دل اور مرنجاں مرنج انسان تھے۔ آپ کی گفتگو میں بے شمار لطائف وظرائف بیان ہوا کرتے تھے۔ بات کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے سامع پر آپ کی باتیں بہت گہرا اثر چھوڑتی تھیں۔ تبلیغ دین کا بہت جوش رکھتے تھے۔ جو شخص بھی ان سے ملتا۔ اسے کسی نہ کسی رنگ میں تبلیغ کر دیتے۔ بات ایسی معقول اور موقع ومحل کے لحاظ سے موزوں کرتے۔ کہ مدِمقابل حیران وساکت رہ جاتا۔

اعتراض کا جواب فوراً دیتے تھے۔ مگر جو کچھ کہتے وہ مدلل اور برجستہ ہوتا۔ اور اس جواب کو سُن کر حریف مرعوب ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ جلسہ سے واپسی پر مجھے چک جھمرہ سٹیشن پر مل گئے۔ پان کھا رہے تھے۔ میں نے کہا خادم صاحب! پہلے تو آپ پان نہیں کھایا کرتے تھے۔ اب تو جب دیکھو منہ میں پان ہوتا ہے۔ ہنس پڑے اور فرمانے لگے۔ بھئی جب بیوی ہندوستانی ہو۔ تو پھر پان سے کیسے بچا جائے۔

ایک دفعہ گجرات میں عہدۂ امارت کے لئے ان کے والد بزرگوار چوہدری برکت علی خاں صاحب اور چوہدری احمد دین صاحب، وکیل کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ چوہدری برکت علی صاحب بہت جوشیلے اور تیز طبع انسان تھے۔ خود خادم صاحب بھی جوشیلی طبیعت کے مالک تھے مگر ضرورت کے وقت جوش کو دبانا بھی جانتے تھے۔ چنانچہ میں نے انہیں اس موقعہ پر اپنے والد صاحب کو نرم روی اور صلح جوئی کی تلقین کرتے دیکھا تھا۔

والدہ صاحب نے مجھے بتایا۔ کہ جب عالمگوال ضلع گجرات میں میرے نانا حضرت مولوی غلام حسین صاحب ؓ کے ذریعے م

؞ اللہ تعالےٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے خادم صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے اہل وعیال کا خود محافظ وکفیل ہو۔ آمین۔ (عبدالحمید خاں شوق)۔

جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

(جناب خادم مرحوم کی ایک ایمان افروز و پُر یقین نظم)

خدائے بے مثال و بے چگوں کی ہے قسم مجھ کو
خدائے واقفِ رازِ دروں کی ہے قسم مجھ کو

قسم مجھ کو خدائے پاک کی شانِ جلالی کی
قسم ہے مجھ کو ربّ کعبہ کی درگاہِ عالی کی

قسم مجھ کو زمیں پر بارشیں برسانے والے کی
ردائے نیلگوں افلاک کو پہنانے والے کی

قسم مجھ کو خدائے پاک و برتر کی خدائی کی
قسم مجھ کو الٰہ العالمین کی کبریائی کی

قسم اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
قسم اس ذات کی جس نے ہمیں اس کا کیا شیدا

قسم اُس ذات کی جس نے قمر کو نُور بخشا ہے
قسم اس ذات کی جو بے بدل ہے اور یکتا ہے

قسم نرگس کو متوالی نگاہیں دینے والے کی
گلوں کو حسن اور بلبل کو آہیں دینے والے کی

قسم عشاق کے دل میں محبت بھرنے والے کی
رُخِ خوبانِ عالم کو منوّر کرنے والے کی
قسم ہے اس عزیز و غالب و مختار ہستی کی
ہے جس کے ہاتھ میں ہر شئے بلندی اور پستی کی
جہاں میں دیکھ لینا احمدیت پھیل جائے گی
مسیحا کے عدو کی فوج رسوائی اٹھائے گی
یقیناً لشکرِ شیطاں شکستِ فاش کھائے گا
عَلَم اسلام کا سارے جہاں پہ لہلہائے گا
ہماری فتح کا نقّارہ بجتا کُو بکُو ہوگا
مرے محمود کا شہرہ جہاں میں چارسُو ہوگا
اسیرانِ جہاں کی رستگاری بالیقیں ہوگی
مَفاسِد سے سراسر پاک یہ ساری زمیں ہوگی
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہوگی
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی
مدد انصارِ دیں کی آسماں سے بے گماں ہوگی
عدوانِ محمد کو سزا عبرت نشاں ہوگی
خدا خود جبر و استبداد کو برباد کر دے گا
وہ ہر سُو احمدی ہی احمدی آباد کر دے گا
وہ منظر کس قدر خادمؔ مسرت آفریں ہوگا
زمانے پر مسلّط جب مرے آقا کا دیں ہوگا

جو کچھ مجھے یاد ہے

(از محترم جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کراچی)

میں ۱۹۲۹ء میں انگلستان سے دو سال مزید تحصیل علم کے بعد واپس لاہور لوٹا۔ مجھے انگلستان جانے سے پہلے بھی اور وہاں کے قیام کے دوران میں بھی تبلیغ اور اشاعت کے کاموں سے دلچسپی تھی۔ جب میں واپس آیا تو میں سب سے گہرا اثر یہ لے کر آیا کہ سلسلہ کے پڑھے لکھے نوجوان ایسے ہوں جو انگریزی کالجوں کی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوں اور عربی اور اسلامی علوم سے بھی خوب واقف ہوں "تا یہ مشرقی و مغربی علوم کا اجتماع جو ہمارے سلسلے کا امتیاز رہا ہے" قائم رہے اور آئندہ ترقی کرتا چلا جائے۔

واپسی پر حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کچھ باتیں کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ حضور ایدہ اللہ لاہور میں قیام فرما تھے اور ماڈل ٹاؤن میں مکرمی چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی میں فروکش تھے۔ ایک مجلس میں دو تین طالب علم نمایاں نظر آئے۔ میں نے اس موضوع پر حضور کی خدمت میں کچھ گذارش کر رکھی تھی۔ اس مجلس میں اشارہ کافی تھا میں نے کہا کاش! کالجوں میں پڑھنے والے نوجوان بھی سلسلہ کے علوم میں ایسے طاق ہوں جیسے کوئی بڑے سے بڑا مبلغ میں نے اس خیال کو پھر پیش کر دیا۔ میرے فقرے میں کچھ بے اطمینانی تھی حضور ایدہ اللہ نے سنتے ہی مجلس میں ایک نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا آپ انہیں نہیں جانتے؟ حضور کے اشارے میں میرے فقرے کا جیتا جاگتا جواب تھا۔ یہ نوجوان جو گفتگو کے لحاظ سے بڑا ذکی اور ذہین، ایک عجیب خود اعتمادی اور اولوالعزمی لئے ہوئے تھا۔ گورنمنٹ کالج کا سرخ بلیزر پہنے ہوئے۔ چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی۔ بڑی بڑی آنکھوں والا ہمارا **عبدالرحمن خادم** تھا۔ جسے قرب سے اور بار بار ملنے اور جس کی تقریر اور تحریر کو سنتے دیکھنے کے مواقع مجھے بار بار ملنے والے تھے۔ خادم صاحب کو دیکھتے ہی میرا اپنا حوصلہ بڑھ گیا۔ پھر کیا تھا۔ لاہور میں کئی سال ان کی تقریروں اور تحریروں کے غلغلے ہوتے رہے اور ہر روز کوئی نیا محاذ کوئی نئی فتح، انہی دنوں کی بات ہے موچی دروازے کے باہر ایک مشہور مناظر کو خادم صاحب نے (اس طالب علمی کے عالم میں!) للکارا۔ اور ایسا ساکت کیا کہ سلسلے کے مخالف بھی، نہ صرف محسوس کر گئے۔ بلکہ منہ سے مان گئے کہ ان کے مولوی صاحب سے کچھ نہیں بنا۔

اس کے بعد میں نے خادم صاحب کو گنج میں، مصری شاہ میں اور کئی دوسری جگہ بحیثیت مناظر دیکھا۔ اور بحیثیت رونق مجلس اور لیکچرار تو بے شمار جگہ۔ ان کی ایک نہایت ہی کامیاب تقریر سیرت کے موضوع پر گورنمنٹ کالج لاہور میں اس زمانے کی مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ہوئی۔ جسے سن کر

کالج کے مسلمان و غیر مسلمان پروفیسر دنگ رہ گئے۔ وہ تقریر ایسی سحر انگیز تھی کہ اس کے بعد ایسی تقریروں کا سلسلہ بند ہو گیا۔

خادم صاحب کی قلمی مساعی میں لاہور کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن کا ذکر آتا ہے۔ جس کا نام احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ تھا۔ اس کے کرتا دھرتا خادم صاحب ہی تھے۔ انہی کا ایک حلقہ تھا جو اس کے لئے چندہ دیتا یا جمع کرتا تھا۔ جس سے اس کے پمفلٹ شائع ہوتے تھے۔ بالعموم کسی یوم التبلیغ پر یا کسی اور اہم تقریب پر ایک پمفلٹ حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی رقم فرمایا اور اسی فیلوشپ کو چھاپنے کیلئے دیا۔

احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ کے پمفلٹوں کا فائل محفوظ کرنے کے قابل ہے۔ امید ہے ہماری لائبریریاں اس کی طرف توجہ کریں گی۔

میں اس فیلوشپ کے کاموں کو قریب سے جانتا تھا۔ میرے مشورے اس میں شامل ہوتے تھے۔ بلکہ اس زمانے میں لاہور کا امیر ہونے کی وجہ سے ان پمفلٹوں کی اشاعت میں میری عام ذمہ داری بھی شامل ہوتی تھی۔ احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ میرا ہی تجویز کیا ہوا نام تھا۔ انگلستان کی ایک ایسی ایسوسی ایشن کا نام تھا جو مجھے پسند آگیا اس زمانے میں لاہور میں ہم نے ایک سٹڈی سرکل کی بنیاد رکھی۔ جس میں علمی مقالے پڑھے جاتے۔ سال بھر کا پروگرام طے کر لیا جاتا۔ ہر مقالے کے وقت مخصوص اور محدود حاضری ہوتی اور مقالے پڑھے جانے کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوتا۔ ہماری جماعت کے مشاہیر نے مثلاً اخویم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے آدم فی القرآن پر، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بشارات بائیبل پر، مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے جہاد فی القرآن پر بیش قیمت مقالے خاص تیاری کے بعد پڑھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ شائع بھی ہوئے غالباً یہ تینوں تو ضرور شائع شدہ ہیں۔ بیرون جماعت دوست بھی جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے۔ اس سرکل میں شامل ہوتے اور مقالے بھی پڑھتے۔ اور ایک خوشگوار اور مفید علمی و دینی تحقیق کا سلسلہ باہمی ادب اور تعاون کی شکل میں جاری رہتا۔

اس سٹڈی سرکل میں خادم صاحب نے نہایت عمدہ مقالہ پڑھا۔ ان کو جب دعوت دی گئی تو مجھے خیال ہوا خادم صاحب کی طبیعت کے لئے بحث کا میدان جس میں ترکی بہ ترکی جواب دینا ہوتا ہے شاید زیادہ موزوں ہو۔ سٹڈی سرکل کا ماحول ان کے لئے موزوں نہ ہو۔ کیونکہ اس میں نسبتاً ٹھنڈے طریق کی ضرورت تھی۔ اور کچھ رسمی قسم کے علمی طریق کی جس کی ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ ایسی علمی باتیں ہی بیان کی جائیں جنکا کسی جذباتی اور وقتی بحث سے زیادہ تعلق نہ ہو۔ خادم صاحب نے کہا کہ وہ سب کچھ منظور کرتے ہیں۔ خادم صاحب نے موضوع کیا چنا؟ حسان بن ثابتؓ کی شاعری۔ ہمارے دوست جانتے ہیں کہ حسان بن ثابتؓ کے ایک شعر نے ابتداء اسلام کے اس شاعر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور عاشق کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔ اس شعر کی تقریب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور آپ کے متبعین نے اور علی الخصوص ہمارے موجودہ امام اور خلیفہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خوب اجاگر کیا ہے۔ حسان بن ثابت نابینا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر انہوں نے اس شعر میں کہا کہ:۔

تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ یعنی مجھ
اندھے کی دنیا تیری وجہ سے روشن تھی
اب تیرے مرنے کے بعد مجھے پرواہ نہیں
کون جیتا اور کون مرتا ہے۔

خادم صاحب کے دل و دماغ میں سلسلہ کی تحریریں، سلسلہ کا مخصوص علم۔ اور طرز کلام پوری طرح راسخ تھا۔ (ہاں اس طالب علمی کے زمانے میں!) آپ نے ایک علمی موضوع کے لئے اسی خزانے کی طرف رجوع کیا۔ اشارہ وہاں سے مل گیا۔ اپنے مطالعے سے اسی اشارے کو پھیلا کر آپ نے پورا مضمون تیار کر لیا۔ حسان بن ثابتؓ کا مجموعہ کلام لائبریری سے لے کر چھان مارا۔ زندگی کے حالات سب قسم کے ماخذوں سے جمع کر کے مرتب کر لئے۔ اور سیرت نبویؐ اور زمانہ ابتداء اسلام کے اس فدائی رسول اللہ فدائی اسلام کی سیرت اور شاعری کو ایسے عمدہ طریق سے مربوط کیا کہ سننے والے عش عش کر اٹھے۔ مقالہ سٹڈی سرکل کا شاہکار ثابت ہوا۔ احمدیہ ہوسٹل ایمپرس روڈ میں اجلاس ہوا۔ اجلاس میں لاہور کے کئی پروفیسر موجود تھے ان میں عربی ادب اور اسلامی تاریخ کے استاد بھی تھے۔

بے لوث آنریری مبلغ

جناب قریشی عبدالرشید صاحب وکیل المال تحریک جدید

میں وقف میں آنے سے قبل کئی سال بھاٹی گیٹ لاہور کی جماعت میں سکرٹری تبلیغ رہا ہوں۔ جلسوں اور تبلیغی دعوتوں پر مبلغین بلانے کی ضرورت رہتی تھی۔ محترم خادم صاحب مرحوم کو جب بھی ایک پوسٹ کارڈ پر جلسہ کی تاریخ کی اطلاع دی جاتی تھی وہ ضرور پہنچ جاتے تھے۔ کرایہ وغیرہ خاموشی سے جو ڈال دیا جاتا تھا۔ قبول فرماتے تھے۔

غرضیکہ بے لوث۔ آنریری مبلغ کے فرائض سرانجام دینے والی شخصیت تھی اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور درجات تو بلند فرماتا رہے۔

اسلام اور احمدیت کا حقیقی خادم

(محترم چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء لاہور)

برادرم مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ مرحوم و مغفور کے ساتھ مجھے دیرینہ تعلق تھا۔ ابھی وہ لاء کالج میں وکالت کی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ میرا ان سے بے تکلف رابطہ ہو گیا تھا۔ میں نے ان کو نہایت باغیرت پکا اور سچا مومن احمدی مسلمان پایا۔ ان کا دینی علم بہت گہرا اور وسیع تھا۔

کالج کے زمانہ میں انہوں نے ایک انجمن قائم کی تھی جس کے ممبران کی تعداد دس تھی۔ اور اس مناسبت کے باوصف اس کا نام "عشرہ مبشرہ" رکھا گیا تھا۔ ملک صاحب مرحوم مضامین لکھتے تھے جو ٹریکٹوں کی صورت میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ اور تبلیغ کا اس قدر وسیع کام ہوتا تھا۔ کہ اس انجمن کے ہر ممبر کے لئے دل سے دعا نکلتی تھی۔ مضامین صرف جوابی ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے نظریات بھی پیش کئے جاتے تھے اور خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے نتائج نہایت شاندار حاصل ہوتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اسی تبلیغی جدوجہد کے ذریعہ سے سلسلہ حقہ احمدیہ کو کئی نوجوان مخلص خادم بھی عطا فرمائے۔ جو آج بھی اس انجمن کے ممبران کے لئے بطور صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ مالک اس نہایت ہی مفید کام کے صلے میں مکرم ملک صاحب مرحوم اور باقی تمام ممبران کو نہایت اعلےٰ درجہ کے انعامات سے نوازے۔ آمین۔

کالج کے زمانہ کے بعد ملک صاحب مرحوم کو جس والہانہ انداز میں اسلام کی تبلیغ کے جذبہ سے سرشار دیکھا۔ بہت ہی کم نوجوانوں میں وہ جذبہ دیکھنے میں آیا ہے۔ تمام لوگ جانتے ہیں۔ کہ وکالت کا کام بہت محنت اور توجہ چاہتا ہے اور ملک صاحب مرحوم اپنے کام میں کامیاب تھے۔ اس لئے انہیں بہت کم فارغ وقت مل سکتا ہو گا۔ پھر بھی جب کبھی دین کی ضرورت کا انہیں علم ہوتا وہ بغیر کسی عذر کے فوراً خدمت کے لئے تیار ہو جاتے۔ ان کی اس بے لوث دینی مستعدی کی وجہ سے ان کا تخلص خادمؔ نہایت موزوں تھا۔

بعض لوگ وقت کی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں مال کی قربانی بھی پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن اپنے آرام کی قربانی میں سستی دکھا جاتے ہیں۔ ملک صاحب مرحوم کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر قسم کی قربانی بطیب خاطر اور کما حقہ ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ضلع گوجرانوالہ کے ایک دور افتادہ گاؤں میں مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ جہاں مکرم ملک صاحب کو احمدیہ نقطۂ نگاہ پیش کرنے کے لئے بلوایا گیا تھا۔ راقم الحروف کو بھی اس مجلس میں شمولیت کا موقعہ ملا۔ اختتام مناظرہ پر ریلوے سٹیشن تک پہنچنے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ اس لئے ہم پیدل ہی آئے فاصلہ قریباً آٹھ میل ہو گا میں نے دیکھا کہ باوجود دو دن مناظرہ میں متعدد

تقریباً کرنے کے مکرم ملک صاحب مرحوم نے یہ فاصلہ بغیر کسی تھکاوٹ کا اظہار کرنے کے طے کیا حالانکہ ہمارے ساتھ کے کئی احباب تکان سے بےحال ہو رہے تھے۔ دینی خدمات کے ضمن میں ملک صاحب مرحوم کے لئے کوئی رکاوٹ روک پیدا نہ کر سکتی تھی۔

غیرتِ دینی اور پابندیٔ نظام میں بھی مکرم ملک صاحب معزز حیثیت رکھتے تھے اور ان کو دیکھ کر ہمیشہ دل سے ان کے لئے دعا نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انہیں نہایت اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق وافر عطا فرمائے۔ آمین۔

ملک صاحب مرحوم عملی زندگی میں انقطاع الی اللہ کی نہایت پُر منفعت مثال تھے۔ وہ دنیا میں رہتے تھے پر دنیا سے بالکل بے پرواہ ہو کر باوجود ایک نہایت ہی دنیادارانہ پیشہ اختیار کرنے کے انہوں نے دنیا کو کبھی اختیار نہ کیا تھا۔ اور ان کی دینی عملی زندگی دیکھ کر ہمیشہ رشک آیا کرتا تھا۔ لیکن یہ خاصیت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ زورِ بازو سے نہیں۔

اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے میں مکرم ملک صاحب مرحوم نہایت نڈر تھے اور ان کی زبان اور نطق میں اللہ تعالیٰ نے بے اندازہ برکت رکھی تھی۔ فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کے تحقیقاتی کمشن کے روبرو دینی حصہ کو پیش کرنے میں جس بے لوث اور جرأت مندانہ انداز میں آپ نے جماعت احمدیہ کی وکالت کی وہ فاضل جج صاحبان سے بھی خراجِ عقیدت حاصل کر گئی جس کا انہوں نے اپنی رپورٹ میں نہایت زوردار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ جتنی دیر ملک صاحب تقریر کرتے رہے تمام سامعین گویا مسحور ہی رہے۔

جماعت احمدیہ کو ماضی قریب میں بہت سے مخلص اور پُرجوش خدام سے جدا ہونا پڑا ہے وہ لوگ تو اپنا عہد اللہ تعالیٰ سے باندھ کر اسے کماحقہٗ نباہ کر اس کے پاس چلے گئے۔ لیکن جو ابھی تک اس بحرٌ المومنین میں موجود ہیں اُن پر ایک نہایت ہی عظیم ذمہ داری کا بوجھ آ پڑا ہے۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہر آن ہم میں صادق اور عرفانی اور خادم پیدا ہوتے رہیں۔ تاکہ خدا کے کام میں روک پیدا نہ ہو بلکہ اس کا کام پہلے سے بھی بڑھ کر وسیع اور کامیاب ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس ذمہ داری کو کماحقہٗ سنبھالنے اور نبھانے میں اس کی رضا حاصل کر سکیں۔ اور جب ہم اپنے خالق کے روبرو پیش ہوں تو وہ ہم سے راضی ہو اور ہم اس سے راضی ہوں۔ آمین۔

(بقیہ صفحہ ۲۲ میدان دلائل کا فاتح مجاہد)

اب دل میں یہ تڑپ ہے کہ محترم ملک صاحب مرحوم کے فرزند ملک عبدالباسط صاحب اور ملک عبدالماجد صاحب کو خدا تعالیٰ آپ کے نقشِ قدم پر چلائے اور وہ اپنے پیارے اباجان کے علوم کے وارث ہوں۔ اور آپ کی خالی نشست کو پُر کرنے والے ہوں۔ آمین۔

میدانِ دلائل کا فاتح مجاہد

(جناب محمدؐ رمضان صاحب پوسٹل پنشنر گجرات)

مَیں نے محترم مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ کا بچپن دیکھا ہے۔ البتہ پورا تعارف طالب علمی کے زمانہ میں ہوا۔ جبکہ آپ اسلام کے ایک سرگرم مبلغ اور نڈر سپاہی تھے۔ اور اس لحاظ سے سلسلہ کے عاشقوں کی پہلی صف میں پہنچ چکے تھے۔ محترم ملک خادمؔ صاحب کے والد بزرگوار محترم حضرت ملک برکت علی صاحب مرحوم کو اپنے ہونہار مجاہد بیٹے پر جس قدر بھی ناز ہوتا کم تھا۔ لیکن گجرات شہر کے تمام احمدی احباب کو بھی اس بات پر کچھ کم فخر نہیں تھا۔ کہ ملک خادمؔ صاحب زمانہ طالب علمی میں ہی تبلیغ احمدیت کا اس قدر بلند شوق اور ولولہ رکھتے ہوئے کامیاب اور نڈر سپاہی ہیں۔

آپ اپنے زمانہ طالب علمی میں ہی ایک کامیاب مناظر تھے۔ جلسہ سالانہ پر جب سے آپ کی تقریر شروع ہوئی جلسہ سالانہ ایسا نہیں گذرا کہ آپ مقررین میں شامل نہ ہوئے ہوں۔ گویا محض خدا تعالےٰ کے فضل سے آپ اول درجہ کے مقررین میں اپنا مقام رکھتے تھے جلسہ سالانہ پر آپکی تقریر کا بڑے شوق سے احباب جماعت انتظار کرتے۔ آپکے بلند پایہ مقرر ہونے کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپ کی تقریر کے دوران نعرہ ہائے تکبیر سے جلسہ گاہ بار بار گونج اٹھتی تھی۔ آپ ہمیشہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل محکم پیش فرماتے۔ اور ایسے طرز اور لہجہ میں پیش فرماتے۔ کہ کسی دیانتدار سامع کو ان دلائل کی صداقت سے انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح عام دوستانہ محفل میں دینی، دنیوی، سیاسی، قانونی یا گھریلو معاملات کی بات ہوتی۔ آپ اپنی خداداد ذہانت اور خلوص سے دوسروں کو حق بات کا قائل کرانے کا بہترین ملکہ رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ دلائل کے میدان میں ایک فاتح مجاہد تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سلسلہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے لئے بے حد غیرت رکھتے تھے۔

آپ خدا تعالےٰ کے فضل سے کامیاب وکیل عالم دین۔ اور سیاستدان تھے۔ گجرات شہر کے شرفا آپ کو دل سے چاہتے۔ اور آپ سے مشورہ حاصل کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد خاکسار کو کئی دوستوں نے کہا ہے کہ ہمیں وکیل تو بہت مل سکتے ہیں۔ لیکن محترم ملک خادمؔ صاحب کی طرح پان جیسا دیانتداری کے ساتھ مخلصانہ صحیح مشورہ دینے والا ہمدرد نہیں مل سکتا۔

مَیں جب کبھی کسی بڑے افسر یا اور کسی معزز شخص کے پاس جناب ملک صاحب کا سلام و پیام لے کر جاتا۔ پوچھا جاتا کون ہے؟ تو مجھے جواب دیتے ہوئے بہت ہی لطف آتا کہ جناب میں ملک خادمؔ صاحب کا خادم ہوں۔ مجھے اکثر جگہ یہ جملہ ادا کرنا پڑتا۔ اور اس میں بڑی لذت محسوس ہوتی۔

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

بہ یادِ مرحوم عبد الرحمٰن صاحب خادم

(نتیجۂ فکر جناب قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی پشاور)

عبدِ رحمٰن مجاہد - عبدِ رب العالمین
امتیِ حضرت محمدؐ - خادمِ شرعِ مبین

تابعِ موعود احمدؑ - پیروے قرآنِ پاک
احمدیِ باعمل نیکو سیر - مردِ متین

نوجوانِ صالح و پرہیزگار - و پاک باز
نکتہ سنج و نکتہ دان و نکتہ گو باریک بین

عالمِ دینِ متین و فاضلِ علم الکلام
بود در دستش قلم - مانندِ تیغِ آہنین

بر صفِ اعدائے ملت حملہ آور ہمچو شیر
مثلِ روبہ پشت دادے لشکرِ اعدائے دین

شیر افگن - صف شکن مانندِ خالد در وغا
زان سبب خالد بنامیدش امیر المومنین

ہر کہ تقریرش شنید و آنکہ تحریرش بخواند
گشت مسرور و بگفتش مرحبا صد آفرین

آن وکیلِ احمدیت ساحرِ جادو بیان
با دلائل یا براہین محو کردے سامعین

چون ورا شد منقضی در این جہاں دورِ حیات
شد ندائے ارجعی از جانبِ عرشِ برین

ناگہاں بیمار گشت و ماند پابندِ سریر
چند مہ بُد مبتلا - زیرِ علاجِ ماہرین

صحتش حاصل نہ گشت و جاں بجانانش سپرد
جانِ پاکش یافت جا در قربِ حقِ جاں آفریں

نہم ماہ جمادی دوم و سہ شنبہ بود
یک ہزار و سہ صد و ہفتاد و ہفت (۱۳۷۷ھ) از ہجر بین

ای خدا بر روحِ خادم رحم کن عفوش نما
عاقبت محمود گرداں مستقر خلدِ برین

یوسفِ محزون گوید خادمِ دین زندہ باد
شد قلوبِ احمدیان گرچہ از ہجرش حزین

ایک غیر احمدی عالم کے تاثرات

آہ ملک عبدالرحمٰن! دوست خوب آدمی تھے

[ذیل کا مضمون مشہور اہلحدیث عالم جناب ابو یحییٰ امام خان صاحب نوشہروی کا تحریر فرمودہ خط ہے جو انہوں نے اپنے رنگ میں جناب اخویم ملک مبارک احمد خان صاحب ایمن آبادی کے نام لکھا ۔۔۔۔۔۔۔۔ (ایڈیٹر)]

میری ان کی ملاقات کی تقریب

میری طرف سے ان کی اور ان کے مسلک کی دشمنی سے شروع ہوئی ۔ جو بعد میں ان کی محبت مگر ان کے مسلک کے معاملہ میں بدستور دشمنی پر قائم رہی ۔ کاش اس بارہ میں اور شدت کی گنجائش ہوتی اور اے کاش خادم صاحب کی محبت میں اور ازدیاد ہو سکتا!

تقسیم وطن سے چودہ سال قبل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں "تحریک احمدیت" کی باقاعدہ بنا رکھ دی گئی ۔ ادھر سے باقاعدہ کام شروع ہو گیا ادھر سے احراری خیالات کے طلبہ نے بے قاعدگی سے استقبال شروع کر دیا ۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم کو دعوت دی گئی سید بخاری کو بلایا گیا اور یونیورسٹی کتاب "قادیانی مذہب" مرتبہ الیاس برنی کا عملی رخ بن گئی ۔ آپ کے فرقہ کے سالانہ جلسہ سیرۃ النبیؐ کا اعلان ہوا ۔ ہم لوگ پہلے سے منتظر تھے ۔ جلسہ شہر کی مشہور عمارت لائل لائبریری میں ہونا تھا ۔ احراری طلبہ نے کسی اشتہار کے بغیر یونیورسٹی کے ایک ایک فرد کو اطلاع کر دی ۔ قرار پایا کہ جلسہ گاہ کے دروازہ پر پکٹ لگائی جائے ۔ احراری طلبہ میں سے کوئی صاحب عملاً گیٹ پر کھڑے نہ ہو سکے بخلاف ان کے آپ کے گروہ کے مشہور ممبر ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ صاحب فریق مخالف پر نگرانی کے لئے آتے جاتے رہے ۔ جلسہ گاہ کے داخلہ کا ایک ہی گیٹ تھا ۔ جس پر پکٹ کے لئے مجھے نامزد کیا گیا ۔ قابل دید منظر تھا گیٹ سے باہر دور تک کالی شیروانی اور ترکش کیپ والے طالب علم کھڑے تھے اور ایک طرف بشری نظارے باز تھے ۔ گیٹ پر صرف ایک طرف راقم السطور اور دوسری طرف عبدالسلام عمر ڈاکٹر عبدالرحمٰن نومسلم نیز دو ایک اور صاحب تھے ۔ پکٹ جاری رہی اتنے میں آپ کے سلسلہ کے واعظین تشریف لائے ۔ ان میں ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بھی تھے ۔ اس وقت تک ہم دونوں ایک دوسرے سے شناسا نہ تھے ۔ جلسہ اپنے پروگرام کے مطابق جاری رہا ۔ گیٹ پر سے پرندہ بھی ہو کر نہ گزرا صرف ایک شہری دیوار پھاند کر ہال میں گئے ۔ بعد میں انہوں نے مجھ سے معافی طلب کی ۔

اس سے دس سال بعد

۱۹۴۱ء میں گجرات جانے کا اتفاق ہوا ۔ ممدوح کی مدونہ کتاب احمدیہ پاکٹ بک دیکھی ۔ جو فنی طور پر نہایت سلیقہ سے مرتب کی گئی ہے ۔۔۔

ایسے باکمال مصنف سے ملاقات کے بغیر واپس جانا شیوہ انصاف سے بعید ہے پہلی ملاقات پر عرض کیا۔

"علی گڑھ کے آخری جلسۂ سیرۃ میں جس
شخص نے آپ حضرات کے مغالطہ کیلئے پکٹ
کی تھی وہ میں ہوں میرا عقیدہ اور عمل
اب بھی اسی انداز پر ہے لیکن آج آپ
کی مؤلفہ کتاب احمدیہ پاکٹ بک دیکھ کر
خیال گزرا کہ آپ جیسے صاحب فن کی
ملاقات کے بغیر لوٹنا شیوہ انصاف سے
بعید ہے۔
کتاب الف سے یے کری تک غلط ہی
لیکن فنی طور پر اس میں کوئی سقم نہیں
ملک صاحب آپ نے غضب ڈھا
دیا"

ممدوح نے جلسہ اور سلسلہ کی کوئی بات نہیں کی مگر اس روز کا الفضل مجھے پورا سنا دیا جس سے میں تلملا اٹھا دوسرے روز پھر حاضر ہوا آج بھی تازہ الفضل کا ایک ایک حرف سنا ڈالا تیسرے روز بھی یہی انداز! مجھے ان کی اس رفتار پہ حیرت نہ تھی — کذالک یفعلون۔ تعجب اس پر تھا کہ اگر ان سے اس طرح سنتا رہا تو یہ مجھے کہیں کا رہنے نہ دیں گے میں نے مولانا احمد یار خان صاحب سے ان کے مناظرہ کی طرح ڈال دی۔ مولانا ممدوح ہمارے عقیدہ میں بریلوی ہیں۔ باخبر! یہ مناظرہ ممدوح کی مسجد کے ایک حجرہ میں ہوا۔ مضمون یاد نہیں دونوں صاحبوں نے سلجھی ہوئی باتیں کیں! کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ملک صاحب کی رفتار کا یہی عالم دیکھنے میں آیا بلا تکان مصروف گویائی ہیں۔

اس سے پہلے ان کا ایک مناظرہ وزیر آباد میں مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ سنا۔ مولانا ممدوح اپنے شکار کو گھیرنے میں بڑے ہوشیار تھے یہ عمل یہاں بھی جاری تھا۔ خادم صاحب ان کی گرفت سے اس لئے نہ گھبرائے کہ وہ صرف اسی ایک موضوع پر گفتگوئے مناظرہ پر عمل پیرا رہے ورنہ مولانا امرتسری کے سامنے کس کے قدم جم سکتے تھے۔ آخر اس شعر پر جھگڑا ہو گیا ؎

بڑا مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوے
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کیلئے

اتنے میں مولوی ظفر علی خاں صاحب تشریف لے آئے اور ثالث کی حیثیت سے خادم صاحب کے دعویٰ پر خلاف ڈگری دی۔ گجرات کی ملاقاتوں میں ملک صاحب کی طرف سے تواضع کا ذکر قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ بھی تفصیل کا مقتضی تھا۔

ممدوح سے آخری ملاقات لاہور جودھامل بلڈنگ کے اس جلسہ سے باہر ہوئی جس میں تقسیم کے بعد خلیفہ صاحب کی غالباً پہلی تقریر تھی یہ ملاقات تھی۔ وقت کے اعتبار سے مختصر مگر کیفیت کے لحاظ سے مسرت انگیز تھی۔ ملک صاحب مجھ سے کتابوں کے حصول کا تذکرہ فرمایا کرتے۔ آج بھی یہی اذکار رہے۔ ایک مرتبہ نواب صدیق حسن خاں صاحب کی تالیف اقتراب الساعۃ کے لئے فرمایا یہ کتاب ہمارے سلسلہ کے ایک دوست محمد علی صاحب تارکش جے پوری کے پاس تھی۔ میں نے خادم صاحب کے نام بھجوا دی اور خود جو قیمت تجویز کی ممدوح نے انہیں منی آڈر کر دیا۔

میں اپنے جن شناساؤں کے متعلق دریافت کرتا رہتا ہوں ان میں سے ملک صاحب ممدوح بھی ہیں ربوہ میں ۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ کا پروگرام پڑھا تو ان کا نام نہ تھا لیکن جنوری میں احمد حسین صاحب ہیڈ کاتب الفضل سے یہ سن کر سکتہ ہو گیا۔ کہ ممدوح تو جلسہ کے دوران میں میو ہسپتال میں تھے اور وہیں انتقال فرمایا۔ (ابو یحییٰ امام خان نوشہروی یکم فروری ۱۹۵۵ء)

ایک گہرے دوست اور کلاس فیلو کے تاثرات

(از جناب بشیر احمد صاحب چغتائی بی ایس سی (اکانٹ))

مَیں ۱۹۲۵ء میں گجرات انٹرمیڈیٹ کالج میں دسویں میں جا کر داخل ہؤا۔ تو محترم بھائی ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم و مغفور سے تعارف حاصل ہؤا۔ عربی اور اردو ہمارے مشترک مضامین تھے۔ چند دن ان کے گھر پر میٹرک کے امتحان کی تیاری کے سلسلہ میں عربی اکٹھی بھی پڑھتے رہے۔ دوستانہ تعلقات بڑھے تو پھر رفتہ رفتہ گہرے برادرانہ تعلقات ہو گئے۔ اس زمانہ میں بھی ان کا بہترین اور محبوب شغلہ تبلیغ ہی تھا۔ لوگ احمدیت پر اعتراض کرتے اور وہ ان کا رد کیا کرتے۔ بازار میں ہی بعض اوقات گفتگو شروع ہو جاتی تو گھنٹوں جاری رہتی لوگ اکٹھے ہو جایا کرتے اور احمدیت کی صداقت کے دلائل ایک طالب علم کی زبانی سنا کرتے۔

اس زمانہ میں بھی کسی کے علم سے مرعوب نہ ہوتے اور کامل وثوق کے ساتھ مدلل طور پر اپنی بات کو پیش کرتے۔

عام طور پر جب حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر پر کوئی شخص اعتراض کرتا تو خادم صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ آگے پڑھو۔ معترض رکتا اور وہ اصرار کرتے کہ آگے پڑھو کیونکہ سیاق و سباق خود ہی اعتراض کو حل کر دیتے۔

لاہور کالج کے زمانہ میں جب امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور کی اجازت سے احمدیہ فیلوشپ آف یوتھ نے ٹریکٹوں کے شائع کرنے میں اس قدر انہماک تھا کہ بعض اوقات آدھی آدھی رات تک پریس والوں اور کاتبوں وغیرہ کی طرف چکر لگاتے رہتے اور پھر سارے لاہور شہر میں اس طرح تقسیم کراتے کہ شہر میں ایک شور پڑ جاتا۔

کھیلوں میں سے کرکٹ اور والی بال کا شوق تھا اور کیرم بورڈ بھی خوب کھیل لیتے تھے۔

بعض دوستوں کو جن سے گہرے تعلقات ہوتے بہت خطوط لکھتے بلکہ بعض اوقات ایک ایک دن میں دو دو تین تین خط لکھ دیتے۔

سکول اور کالج Debates میں ہمیشہ حصہ لیتے اور بحث میں شگفتگی پیدا کر دیتے۔

بچپن ہی سے پان بہت کھاتے تھے۔ شربت یا سوڈا واٹر بے حد برف ڈال کر خوب ٹھنڈا کر کے پیتے۔ احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ سے اور پھر اس کے بعد تک چائے خوب گرم پیتے۔ بچپن کے زمانہ یعنی سکول کے وقت سے ہی نظم لکھتے تھے۔ واقعات کو دلچسپ پیرائے میں منظوم کر لیتے۔ اگر کسی لڑکے سے پرخاش ہو جاتی تو پھر اس کی ہجو بھی لکھتے۔ اور ہم جماعت لڑکوں اکٹھا کر کے فرصت کے وقت میں سناتے اور خاصہ مشغلہ ہو جاتا۔ ایک زمانہ میں کچالو کھانے کا بہت شوق ہو گیا تھا۔ بعض اور دوست کچالو کھانے کے شوقین تھے۔ ان کے ساتھ

مل کر بہت کچالو کھایا کرتے۔ مٹھائی میں برفی بہت پسند تھی۔ مچھلی بھی بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ احمدیہ ہوسٹل کے زمانہ میں موری دروازہ لاہور کے باہر باغ میں مختلف قسم کے مذہبی خیالات کے لوگ شام کے وقت اکٹھے ہو جایا کرتے۔ اس میں دہریہ بھی ہوتے آریہ اور سناتن دھرمی بھی۔ خادم صاحب اکثر اس مجلس میں شامل ہوتے اور خوب بحث مباحثہ رہا کرتا۔ اور بعض اوقات اچھا خاصا مجمع ہو جایا کرتا۔

مجھے ایک مثال بھی یاد نہیں کہ خادم صاحب سے کسی نے احمدیت پر کسی اعتراض کا جواب پوچھا ہو۔ اور انہوں نے کہا ہو کہ مجھے ابھی فرصت نہیں یا موقع نہیں یا پھر کسی وقت آئیے۔ طبیعت میں شگفتگی تھی اور بعض محاورات کو مزاحیہ رنگ دے کر اسے بار بار دھراتے تو ایک مذاق بن جاتا اور پھر دوسرے بھی اس کی نقل کرنے لگتے۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں طبیعت صاف کر دوں گا۔ اس کی بجائے کہتے کہ میں طبیعت کپڑ چھان کر دوں گا وغیرہ۔ نظم خوب کہہ لیتے تھے۔ مگر میں نے کبھی ان کو اپنی نظموں کا ریکارڈ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ اکثر اپنی دینی نظمیں الفضل وغیرہ میں شائع کروا دیا کرتے۔

اکثر حوالے انہیں از بریاد ہوتے اور جب دوران تقریر میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ تحدیانہ تحریریں جو حضور نے مخالفین کو چیلنج کرکے لکھیں ہیں زبانی جوش کے ساتھ فرفر سناتے تو ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی۔

الزامی جواب ان کی طرف سے خاص طور پر زور آور ہوا کرتا تھا۔ اور معترض بعض اوقات سٹ پٹا اٹھتا تھا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعا اور توجہ پر کامل یقین تھا۔ اور اطاعت امام کے نہایت اعلیٰ مقام پر تھے۔ حضور سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ عزیزم عبدالباسط صاحب کو بہت تیز بخار تھا۔ ادھر حضور نے خادم صاحب کو طلب فرمایا ہوا تھا۔ بچہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چل پڑے۔ اس کی شدید بیماری کے متعلق تشویش اتنی تھی کہ جب گجرات اسٹیشن پر آکر معلوم ہوا کہ گاڑی لیٹ ہے اور ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ تو اسٹیشن سے پھر گھبرائے ہوئے گھر بچہ کو دیکھنے آئے۔ لیکن بچہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چل پڑے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عزیز کی بیماری کا ذکر کیا اور کہتے تھے کہ حضور نے جس توجہ سے سنا۔ مجھے اسی وقت یقین ہو گیا کہ حضور کی دعا سے بچہ کی بیماری جاتی رہے گی۔ چنانچہ بعد میں جب گھر واپس پہنچے تو معلوم ہوا۔ کہ بچہ کا بخار اسی وقت ہی اتر گیا تھا۔

قرآنی ارشاد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الاخلاء یومئذٍ بعضھم لبعض عدو الا المتقین۔ کہ قیامت کے دن دوسرے دوست تو ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ لیکن متقی لوگوں کی دوستی قائم رہے گی۔ بلکہ ترقی کرے گی۔ اللھم اجعلنا منھم

(ابو العطاء)

محترم خادم صاحبؓ کی چند خوبیاں

(از جناب قریشی محمد نذیر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ)

میں ۱۹۳۲ء سے باقاعدہ مبلغ مقرر ہو کر نظارت کے ماتحت کام پر مقرر ہوا۔

مکرم خادم صاحب مرحوم سے میری واقفیت اس سے چند سال قبل ہو چکی تھی۔ اس زمانہ میں وہ عموماً مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب سے ملا کرتے تھے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء اکتوبر نومبر میں ضلع سرگودہا کے متعدد مقامات پر اکٹھے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ متعدد مقامات پر مناظرے ہوئے۔ ان میں سلانوالی کا مناظرہ ایک خاص شان رکھتا تھا۔ اس میں مکرم خادم صاحب ہماری طرف سے مناظر اور مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑی دوسرے فریق کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نمایاں کامیابی عطاء فرمائی۔

مکرم خادم صاحب مخالف کے سامنے نہایت دلیرانہ انداز میں کلام پیش کرتے۔ اور اس سے پہلے پوری محنت سے اس کا مطالعہ فرماتے۔ ان کی محنت کا یہ پھل تھا۔ کہ وہ ایک انگریزی دان ہونے کے باوجود جید عالم تھے۔ اور کسی بڑے سے بڑے عالم کے سامنے آنے سے نہ صرف یہ کہ گھبراتے نہ تھے۔ بلکہ اسے اپنا شکار سمجھتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مناظرہ کی قابلیت ایک خداداد چیز ہے۔ جس میں مکرم ملک صاحب کو حاضر جوابی شستہ گفتگو اور برجستہ انداز عطا کیا گیا تھا۔ اور ان کی گفتگو ان کا ہنس مکھ کر بات کرنا ایسا بھلا معلوم ہوتا تھا کہ مخالف بھی اس کی داد دیتا۔

مکرم ملک صاحب دوستی پال انسان تھے سب دوستوں کے ساتھ ان کے مراسم تھے۔ مجھے جب بھی ملتے معانقہ کر کے ملتے۔ اور کچھ دیر سابقہ صحبتوں کا ذکر فرماتے۔

ان الفاظ کو لکھتے وقت وہ مواقع آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور ان کی یاد میں میری آنکھیں پُرنم ہیں۔

ان کے صاحبزادے نے گذشتہ دنوں الفضل میں ایک مضمون اپنے والد محترم کے حالات پر لکھا ہے۔ جسے دیکھ کر میں خوش بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں بصیرت اخلاص اور انداز بیان رکھا ہے۔ مگر ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ بچہ اس بلند پایہ باپ کی خوبیوں اور کمالات کا اندازہ لگانے سے بہت قاصر ہے۔

مکرم ملک صاحب میں موقعہ کی نزاکت کو سمجھنے اور پبلک اور حکومت کے ساتھ معاملہ کرنے کا خاص ملکہ تھا۔ وہ گفتگو میں پبلک کے ایک حصہ پر چھا جاتے اور مخالف الرائے احباب بھی ان کی خداداد قابلیت کے باعث داد دیئے بغیر نہ رہ سکتے۔

مکرم ملک صاحب کا خاص وصف حاضر جوابی تھا۔ جس میں جواب باصواب کے ساتھ ظرافت

پیارے ابّا جان کے حالاتِ زندگی و بیماری

اور

پاکیزہ نصیحتیں

(از عزیز ملک عبدالباسط صاحب ابن جناب خادم صاحب مرحوم، متعلم تھرڈ ایر تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

میرے ابا جان جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم ۱۲ر نومبر ۱۹۱۰ء بروز جمعہ بمقام گجرات (پنجاب) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشن ہائی سکول گجرات میں حاصل کی۔ میٹرک میں آپ مشن سکول سے مقامی گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج میں چلے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں آپ نے امتیازی شان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس دوران میں آپ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ کئی مخالف علماء کے ساتھ کامیاب مناظرے کئے اور اہل پیغام کے جواب میں ایک رسالہ "نیر صداقت" کے نام سے لکھا جو انجمن احمدیہ گجرات کی طرف سے شائع ہوا۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے اسی کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کا داخلہ لے لیا۔ آپ سُناتے تھے کہ اُس وقت سارے کالج میں صرف میں اکیلا مسلمان لڑکا تھا جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ اُس وقت تک دینی میدان میں بھی آپ نے کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اور آپ دُور دُور جاکر احمدیت کے مخالفین سے مناظرے کرتے تھے اور بڑے فخر سے فرماتے تھے کہ "خدا تعالےٰ کے فضل سے مجھے کبھی بھی شکست نہ ہوئی تھی۔ بلکہ میں ہمیشہ ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کامیاب وکامران ہی واپس آتا تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ حضور ایدہ اللہ کئی مناظروں کے لئے مجھے منتخب فرماتے تھے۔" آپ فرماتے تھے کہ اکثر مخالف مناظر مجھے دیکھ کر ہنس پڑتے تھے۔ کہ اس کل کے بچے نے ہمارے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے۔ لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ بچہ اکیلا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ احمدیت کی صداقت تمام احمدی جماعت اور خصوصاً حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی عظیم اور بے پناہ طاقت ہے"۔

۱۹۳۰ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ کیونکہ شروع ہی سے آپ نے آزاد طبیعت پائی تھی اِس لئے آپ ملازمت کی پابندیوں سے گھبراتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے لئے وکالت جیسا آزاد اور معزز پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور لاء کالج میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۳۳ء ۱۹۳۴ء میں آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور واپس گجرات آکر پریکٹس شروع کردی۔ اور آخر تک بڑی کامیابی سے گجرات ہی میں پریکٹس کرتے رہے۔ آپ گجرات کے بہترین ایڈوکیٹوں

میں سے مانے جاتے تھے۔

۱۹۴۴ء میں آپ بہت سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحبان بالکل مایوس ہو گئے۔ لیکن جماعت اور بالخصوص سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خاص توجہ اور دعاؤں پر اللہ تعالےٰ نے فضل فرمایا اور آپ چھ ماہ کی طویل بیماری کے بعد صحت یاب ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء میں ایک دفعہ پھر گردے کی بیماری نے پُرزور حملہ کیا۔ اور حالت بیحد تشویشناک ہو گئی۔ لیکن پھر اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ صحت یاب ہو گئے۔

آپ اللہ تعالےٰ کے سوا کبھی کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ہمیشہ حق بات ہر کسی کے سامنے بیان کر دیتے۔

جب چیمہ صاحب کے مضمون کے جواب میں آپ مضمون لکھ رہے تھے تو بعض دفعہ ساری ساری رات بیٹھے لکھتے رہتے تھے۔ ہم کہتے کہ آپ اتنا کام نہ کریں۔ اس سے آپ کی صحت پر بڑا اثر پڑے گا اس پر آپ بڑے جوش سے فرماتے کہ "اگر احمدیت اور حضرت صاحب کی تائید میں مضمون لکھتے لکھتے میری زندگی بھی ختم ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے سب کچھ پا لیا" شاید احمدیت اور حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ سے آپ کی اسی محبت کی وجہ تھی۔ کہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کی تقریر میں، حضرت اقدس ایدہ اللہ نے آپ کو "خالد بن ولید" کا لقب عطا فرمایا

فتنۂ منافقین کے بعد اکثر مجھ سے فرمایا کرتے تھے "کہ بیٹا اگر دین اور دنیا میں سُرخرو ہونا چاہتے ہو تو ہمیشہ احمدیت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور یہ یقین رکھنا کہ اسی میں تمہاری نجات ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو دین اور دنیا دونوں میں ذلیل و خوار ہو گے"۔

اگست ۱۹۵۷ء کے وسط میں آپ مری تشریف لے گئے۔ قیام مری کے دوران میں سیرت النبی صلعم کا جلسہ آگیا۔ جس میں آپ نے بھی تقریر کی۔ واپسی پر خاکسار سے فرمانے لگے۔ "آج تمہیں ایک نئی بات بتاؤں!" میں نے سمجھا کہ شاید آپ حسبِ عادت کوئی دلچسپ لطیفہ سنانے لگے ہیں۔ آخر فرمانے لگے کہ "میں نے ساری زندگی تقریریں کرتے ہی گذار دی بعض دفعہ پانچ پانچ اور سات سات گھنٹے بھی تقریر کی ہے۔ لیکن میرا سانس کبھی نہیں پھولا تھا۔ لیکن آج آدھ گھنٹہ کی تقریر کے دوران میں ہی سانس پھولنے لگتا تھا"۔ اس واقعہ کو کسی نے کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ بلکہ یہ سمجھا گیا کہ سطح سمندر سے بلندی پر آجانے کی وجہ سے بلڈ پریشر بڑھ گیا ہے۔ دو تین روز کے بعد آپ کو نفخ کی شکایت ہو گئی۔ لیکن گرم پانی کی بوتل سے وقتی طور پر یہ تکلیف رفع ہو گئی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر شروع ہو گئی۔

یکم ستمبر ۱۹۵۷ء کو گجرات واپس تشریف لائے۔ لیکن نفخ کی تکلیف بدستور جاری تھی۔ آپ دن بدن کمزور ہوتے جاتے۔ ہلکا ہلکا ٹمپریچر بھی رہنے لگا۔ لیکن آپ اپنا روزانہ کا کام باقاعدہ کرتے رہتے۔ حسبِ دستور روزانہ کچہری تشریف لے جاتے ستمبر کے وسط تک یہ تکلیف کافی بڑھ گئی اور ساتھ ہی ٹمپریچر بھی بڑھ گیا۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۷ء کو آپ بغرض ڈاکٹری معائنہ لاہور تشریف لے گئے جہاں ڈاکٹر محمد اسلم پیرزادہ نے آپ کا معائنہ کیا۔ ایکسرے وغیرہ بھی کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے

آپ کو نسخہ لکھ دیا۔ اور ہدایت کی کہ مکمل ایک ماہ بالکل آرام کریں اور کچہری کا کام قطعاً بند کر دیں۔ چنانچہ آپ ۲۲ ستمبر کو گجرات واپس تشریف لائے۔ اور نسخہ کا استعمال شروع کر دیا۔ ۲۴ ستمبر کی صبح کو کھانسی بھی شروع ہو گئی اور کھانسی کے ساتھ بلغم میں خون بھی آنے لگا۔ چنانچہ اسی دن آپ نے مکرم و محترم جناب خان اللہ داد خانصاحب کو (جو رشتہ میں آپ کے ہم زلف بھی ہیں) لاہور بھیجا تاکہ وہ ڈاکٹر صاحب کو تمام حالات سے تفصیلاً آگاہ کریں۔ اور مناسب ہدایات لے کر آئیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تمام حالات سُن کر فیصلہ کیا کہ آپ کو فوراً لاہور آ کر ہسپتال میں داخل ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ مکمل طور پر اور تسلی بخش طریقے پر علاج ہو سکے۔ چنانچہ ۲۶ ستمبر بروز جمعرات آپ کو لاہور لایا گیا۔ اور اسی دن میو ہسپتال کے ابرٹ وکٹر ہسپتال (A.V.H) میں داخل کرا دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحبان نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ آپ کو پلورسی ہے۔ یعنی آپ کے پھیپھڑے (دائیں) کی بیرونی جھلی میں پانی بھر گیا ہے۔

علاج شروع ہو گیا لیکن کچھ افاقہ ہوتا نظر نہ آیا۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ آپ کے پھیپھڑے سے سوئی کے ذریعے سے پانی نکالا جائے چنانچہ ۱۳ اکتوبر کو پہلی دفعہ پانی نکالا گیا جو ½ سیر کے قریب تھا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد پانی پھر ہو گیا۔ اور تکلیف پھر بڑھ گئی۔ آخر ۱۷ اکتوبر کو دوبارہ پانی نکالا گیا جس سے آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔ اور اس کے بعد آپ کی صحت روز بروز بہتر ہوتی چلی گئی۔ اکتوبر کے پہلے عشرہ کے آخر میں حضور امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز لاہور تشریف لائے تو حضور نے آپ کے لئے ہومیوپیتھی کی دوائیں تجویز فرمائیں۔ بلکہ خاص شفقت توجہ اور محبت کی وجہ سے حضور نے وہ دوائیں خود ہی منگوا دیں۔ نومبر کے آخر میں آپ کی صحت بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔ اور خیال تھا کہ وسط دسمبر تک گجرات واپس چلے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اخبار میں پتہ کی تبدیلی کا بھی اعلان کرا دیا تھا۔ اور ۱۹ دسمبر کو ڈاکٹر نے بھی کہہ دیا تھا کہ "اب آپ جا سکتے ہیں" لیکن آپ خود ہی ہسپتال میں ٹھہرے رہے اور یہ پروگرام بنایا کہ ۲۵ دسمبر کو ہسپتال سے ہی ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے جائیں گے۔ آپ کے دل میں جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے کی از حد تڑپ تھی۔ ہم لوگ کہتے تھے "آپ جلسہ پر نہ جائیں۔ وہاں کا گرد و غبار آپ کے لئے مضر ہے" اور فرماتے تھے کہ ۱۹۱۶ء کے بعد آج تک دسمبر کا کوئی جلسہ بھی ایسا نہیں آیا۔ جس میں مَیں حاضر نہ ہوا ہوں۔ اس لئے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں صحت یاب ہو کر بھی جلسہ سالانہ پر حاضر نہ ہو سکوں۔ چنانچہ آپ نے ربوہ کے لئے روانگی کے تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ لیکن ۲۴ دسمبر کو آپ کی دائیں ٹانگ میں سوجن پیدا ہو گئی۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے تمام ٹانگ میں پھیل گئی اور ٹانگ پھول کر کُپّا بن گئی اس کے ساتھ شدید درد تھی جو ناقابل برداشت تھی۔ ڈاکٹر صاحبان نے معائنہ کے بعد تھرمبوسیس (انجمادِ خون) تشخیص کیا اور ساتھ ہی تسلی بھی دی کہ خدا تعالےٰ کا شکر اور احسان ہے کہ یہ دل یا دماغ میں پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابا جان کے دل میں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اب وقت آخر نزدیک ہے۔ چنانچہ اسی دن یعنی ۲۴ دسمبر کو جب یہ خاکسار عشاء کی نماز کے لئے

وضوء کر کے کمرے میں داخل ہوا تو مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے "بیٹا! دعائیں کرو۔ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے"۔ چنانچہ اس پر خاکسار نے تسلی دی اور عرض کی کہ "ابا جان! آپ تو خواہ مخواہ ہی گھبرا رہے ہیں۔ تمام جماعت آپ کے لئے دعائیں کر رہی ہے اور پھر حضرت صاحب بھی آپ کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ تو پھر آپ کیوں مایوس ہو رہے ہیں۔" اس پر آپ آبدیدہ ہو گئے اور مایوس کن لہجے میں فرمانے لگے "میرے جانی! کبھی خدا تعالےٰ اپنے پیاروں کی مان لیتا ہے اور کبھی اپنی منواتا ہے اگر وہ ہر دفعہ مان ہی لے تو خدا اُسے کون کہے گا۔ اور پھر کیا پتہ ہے میری دفعہ اس نے اپنی ہی منوانی ہو"۔ آہ! مجھ بدنصیب کو کیا پتہ تھا کہ آپ وہی بات کہہ رہے ہیں جو فی الواقعہ مستقبل قریب میں ہونے والی تھی۔

۲۸ر دسمبر کو ½ ۲ بجے بعد دوپہر خاکسار سے جلسہ سالانہ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ کہ "اس وقت حضرت صاحب ایدہ اللہ تقریر فرما رہے ہونگے سارا ربوہ نعرہ ہائے تکبیر کی مقدس صداؤں سے گونج رہا ہوگا۔ ہزاروں لوگوں کے ایمان تازہ ہو رہے ہوں گے۔ اور ایک میں بدنصیب ہوں۔ کہ یہاں چارپائی پر اپاہجوں کی طرح لیٹا ہوں" اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔ تقریباً ۴ بجے کے قریب فرمانے لگے "میرا سانس نہ جانے کیوں پھول رہا ہے۔" لیکن کسی نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ لیکن پانچ بجے تک تو حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔ سانس کافی پھول گیا تھا۔ سر میں بھی درد کی شکایت تھی۔ فوراً ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن اس رات آپ سو نہ سکے۔ ۲۹ر کا دن بھی اسی طرح گذر گیا۔ ۳۰ر کو حالت کافی بگڑ گئی۔ ۳۰ر دسمبر کو بعد دوپہر خاکسار نے ربوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو فون پر اطلاع دی۔ اور دعا کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ اس سے ابا جانؓ کو کافی ہو گئی۔ ۳۰ر اور ۳۱ر دسمبر کی درمیانی رات آپ بالکل نہ سو سکے۔

۳۱ر دسمبر کی صبح تو اپنے ساتھ قیامت کا سا منظر لے کر آئی۔ آپ ایک بات بھی ٹھیک طرح نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ سانس حد سے زیادہ پھولی ہوئی تھی۔ اسی دن جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد (بھارت) والے عیادت کیلئے تشریف لائے۔ انہیں آپ نے کافی دیر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا۔

آخر کافی دیر کے بعد مکرم سیٹھ صاحب نے ایک لمبی اور رقت آمیز دعا کرائی اور اباجانؓ نے سیٹھ صاحب کو ہچکیاں لیتے ہوئے رخصت کیا ایک بجے کے قریب جب طبیعت بہت بگڑ گئی۔ ڈاکٹر صاحبان بہت کوشش کرتے رہے۔ آپ باربار حسرت بھری نظروں سے کبھی خاکسار کی طرف دیکھتے کبھی میرے چھوٹے بھائی عزیز عبدالماجد کی طرف کبھی ہماری والدہ کی طرف اور کبھی ہماری دادی اماں کی طرف۔ آخر ایک بج کر ۳۰ منٹ پر آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور اس طرح ہمارے پیارے شفیق اور مہربان اباجان ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خادم صاحب مرحوم کی زندگی کے بعض پہلو

(محترم جناب راجہ علی محمدؐ صاحب امیر جماعت احمدیہ گجرات)

[محترم جناب راجہ علی محمدؐ صاحب امیر جماعت احمدیہ گجرات نے محترم جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ مرحوم کے حالات زندگی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے آپ کی خدمات، آپ کی بلند پایۂ علمی حیثیت اور سیرۃ و کردار پر ایک نہایت تفصیلی مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ اس کا ایک حصہ افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ ([illegible])]

میرے پیارے مرحوم ملک عبدالرحمٰن خادمؔ احمدیت کے ایک بہادر فرزند اور قابلِ فخر نڈر مجاہد تھے ان کی زندگی کے ہر باب کا ہر ورق خواہ وہ عہد طفولیت کا ہے۔ یا زمانہ طالب علمی یا معاشرتی جدوجہد کا — ایثار و قربانی کا مرقع ہے۔

ان کی طفولیت فضول لہو و لعب بے مقصد کھیل کود ناہموار طفلگی اور ضروری محنت اور مشقت سے جی چرانے کے عیوب سے پاک تھی۔ ابھی وہ اس عہد غیر معتدل سے پورے طور پر نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کو اہم دینی کتابوں اور اپنے سلسلہ احمدیہ کے روح پرور پاکیزہ تر لٹریچر کے مطالعہ کا ہمہ تن مصروف اور خود فراموش شائق پایا گیا۔ جس کی بدولت اللہ تعالےٰ کے فضل و احسان سے عالم جوانی میں انہوں نے اپنے نفس کو تہذیب کامل سے آراستہ کر لیا۔ گویا کہ عنفوان شباب سے ہی ذاتی ذمہ داری کا احساس، اخلاقی قدروں کا احترام و اکرام۔ ان کا شعار اور طرۂ امتیاز تھا۔ گو عمر میں تو اس وقت وہ چھوٹے تھے مگر علم و عقل و دانش اور اخلاقی میزانوں اور ذمہ داریوں کے جائزہ اور محاسبہ میں ان کا نفس اکثر سال خوردہ لوگوں سے بہت اونچے مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ نہ کسی نے ان کی طفلگی دیکھی۔ اور نہ کبھی کسی نے اطوار کے لحاظ سے ان کو طفل پایا۔ شروع سے ہی ہمیشہ ایک مرد عاقل و عاقبت اندیش کی مانند علمی مجالس اور مذاکرات اور پاک و بے عیب صالحانہ صحبتوں میں رہ کر تحصیل علم کا شوق اور اخلاقی مذہبی مسائل پر از خود غور و فکر کرنا ان کا مسلک زندگی رہا۔

وہ گلستانِ احمدیت میں وہ عندلیب خوشنوا تھے۔ جس کے چہچہوں کی یاد اور جس کی نغمہ سرائیوں (سالانہ جلسہ کی تقریروں) کا محفوظ ریکارڈ ہمارے لئے ایک مضراب الم سے کم نہیں۔ اس سے ہماری ہر رگِ ناتواں اب بھی یا نہ پھڑک اٹھتی ہے۔ اور ان کی دید و گفتار کی حسرتیں اور ارمان ایک سوہان روح ہیں کہ جس سے ان کے محبوں اور قدردانوں کا ایک کثیر گروہ بے چین رہتا ہے

ان کی زندگی صادق القول احمدی "دین کو دنیا پر مقدم کرونگا" کی مثالی زندگی تھی۔ اور یہ قول ہی ہے جو دراصل احمدیت کی جان ہے۔ اور اس کے قیام کی غرض وغایت۔

ہر احمدی جو بلاواسطہ یا بالواسطہ ان کو جانتا ہے ان کی مفارقت کے غم میں ان کے لیے بدرگاہ عالی دعاگو ہے۔ کہ ان کو اللہ تعالےٰ اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ دراصل اس کے غم کا حقیقی مداوا ہی اب یہ دعا ہے۔

سال ۱۹۲۷ء میں میری پہلی بیوی کے مرنے کے بعد میری دوسری شادی بزرگوارم حضرت ملک برکت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی لڑکی جو ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ کی حقیقی بڑی ہمشیرہ ہیں کے ساتھ ہوئی تب سے عزیز موصوف کے دم واپسین یعنی ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء تک ان سے میرے تعلقات ان کے خاندان کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے متواتر محبت اور شفقت اور باہم اکرام وتکریم کے رہے ہیں۔ اس طرح جب اکیس سال پیچھے جائیں تو خادمؔ صاحب کا وہ زمانہ سولہ سترہ سالہ لڑکپن کا زمانہ تھا۔ کہ جب سے میں نے ان کو نہایت قریب سے دیکھا۔ وہ اسوقت انٹرنس پاس کرکے ایف اے میں زمیندارہ کالج گجرات میں پڑھتے تھے۔ مگر اپنی تبلیغی لگن۔ ذاتی سنجیدگی اور خود ضبطی کی وجہ سے اسوقت بھی وہ خاندان میں غیر معمولی طور پر عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کو اس وقت بھی صرف علمی باتوں میں دلچسپی تھی اور علمی مجلسوں میں نہایت ذوق وشوق سے شامل ہوتے تھے۔ اور سکول سے باہر تقریباً سارا وقت کتب بینی یا تبلیغی سرگرمی میں صرف کرتے تھے۔ اپنی عمر کے تقاضا کے مطابق وہ کسی ایسے ماحول میں شاذو نادر ہی شامل ہوتے تھے۔ جہاں ان کے وقت کا ضیاع ہو۔ یا جہاں اخلاقی ناہمواری کا امکان ہو ان کا شغل مطالعہ اور بالخصوص اپنے سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ تھا۔ ان کو احمدیت کی تبلیغ کی ایک فطرتی لگن تھی۔ اس لگن کے تحت وہ نہایت درجہ ذاتی کاوش وفکر سے بہت دقیق اور گہرا مطالعہ ہر قسم کے ضروری لٹریچر کا کرتے تھے۔ محض ان کا ذاتی مطالعہ اور سعی وکوشش ہی ان کی علمی ترقی اور کمال کا موجب تھے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے کریکٹر میں خودداری اور خود اعتمادی بدرجۂ کمال تھی۔ جو ہر موقعہ پر ایک جوہر نمایاں کے طور پر ان میں چمکتی تھی۔ انہوں نے اس جوہر صافی کی بدولت اپنے گرد ایک ایسا ماحول صافی پیدا کر لیا تھا۔ کہ جس کی وجہ سے ان کی تربیت کے بارہ میں بھی ان کے والد صاحب بزرگوار رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان کو کبھی پدرانہ نگرانی یا ناصحانہ تشویش لاحق نہ ہوئی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے خادمؔ کی فطرت میں ہی یہ جوہر ودیعت کئے ہوئے تھے۔ جو بلا خارجی اسباب استمداد اپنے وقت پر غنچۂ گل کی طرح کھلتے گئے۔ اور ریاض احمدیت میں ظہور پذیر ہو کر مہکنے لگے۔

خادمؔ صاحب کی احمدیہ پاکٹ بک ان کے مختلف مذاہب کے مذہبی لٹریچر کے وسیع اور گہرے مطالعہ پر شاہد ہے۔ پہلی پاکٹ بک میرے علم کے مطابق انہوں نے جبکہ ان کی عمر ۱۷-۱۸ سال تھی مرتب کی تھی۔ وہ چھوٹی تقطیع پر اسم بامسمیٰ مختصر پاکٹ بک تھی۔ بعد میں اس کی نظر ثانی کرتے رہے اور آخری پاکٹ بک جس کے شروع میں ان کی تصویر بھی لگی ہوئی ہے۔ اور جس پر ایک نظر پڑتے ہی دل میں غم واندوہ کے احساسات تازہ ہو جاتے ہیں۔

اسی کے چھٹے ایڈیشن پر مشتمل ہے۔ یہ اب ۱۲۰۰ صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ مؤلف کی محنت کوشش اور اس کے وسیع مذہبی مطالعہ اور ناقدانہ نظر کی گواہ تو یہ خود پاکٹ بک اور اس کا قیمتی اور مفید مواد ہے۔ اور اس کی افادیت اور قبولیت عام اس کے بار بار چھپنے اور حجم میں متواتر اضافہ سے ظاہر ہے۔

خادم صاحب کا سالانہ جلسہ کی سٹیج پر سے مقررین میں انتخاب پہلی دفعہ سال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ جبکہ ان کی تقریر کا موضوع "وابستگانِ خلافت کی منکرانِ خلافت پر فضیلت" تھا۔ اس کے بعد متواتر ۱۹۵۶ء تک (۱۹۵۷ء کے جلسہ میں بوجہ بیماری شامل نہ ہوئے اور ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو فوت ہوگئے)۔ وہ مقررین میں انتخاب کئے جاتے رہے۔ ان کا یہ متواتر انتخاب ان کے علم نافع الناس ان کے ملکۂ تقریر ان کے مکارم اخلاق اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ فدایانہ تعلق اور خدمت کے والہانہ جذبہ کا ثبوت ہے۔ جلسہ پر سامعین ان کی تقریر سننے کے خاص طور پر شائق ہوتے تھے۔ اور تقریر کی پسندیدگی کا اعلان انکی طرف سے بکثرت وجدانی نعرہ ہائے تکبیر سے کیا جاتا تھا۔

انہوں نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ اول سے آخر تک اس عہد پر کہ "دین کو دنیا پر مقدم کرونگا" قائم رہ کر خدمت دین بجالاتے رہے۔ کبھی کوئی روک اس راہ میں ان کے لئے روک نہ بنی۔ اور نہ ہی کوئی مشکل مشکل۔ وہ یہ خدمت بغرض ثواب اور خوشنودی اور رضائے مولا کریم بصدق دل اور مومنانہ جذبہ اور عزم کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔ اور جس طرح ان کی زندگی کے شروع میں یہ جذبہ کارفرما تھا۔ اسی طرح ان کے دم واپسین تک وہ ان میں موجزن رہا۔

امیر جماعت شہر و ضلع گجرات کی حیثیت سے بھی خادم صاحب کا ذکر بعض ان کی خصوصیات کی وجہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خادم صاحب سال ۱۹۴۴ء سے برابر امیر جماعت شہر گجرات اور بعد میں امیر ضلع گجرات بالاتفاق بلا کسی خفیف تردد یا امکاناً شکایت کے منتخب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے خادم صاحب کا مقام کیا بلحاظ ایثار و قربانی اور کیا بلحاظ علم و فضیلت اور کیا بلحاظ خلوص و نمونہ پرہیزگاری اتنا اونچا تھا۔ کہ کسی کے دل میں ان کے خلاف کوئی تردد یا شکایت پیدا ہی نہ ہوسکتی تھی۔ ان کی خدمات کی پوری تفصیل کا پیش کرنا نہ میرا مقصد ہے۔ اور نہ میں کرسکتا ہوں۔ لیکن میں صرف چند موٹی موٹی خصوصیات بطور ذکر بقائے خیر کے عرض کرونگا۔

وہ عالم دین تھے اور انہوں نے بے دریغ اپنی صحت و توانائی کا لحاظ کئے بغیر اپنے اس رزق خداداد کو جماعت پر جو ان کی زیر تربیت تھی۔ خرچ کیا۔ وہ امیر شہر گجرات تو ۱۹۴۴ء میں منتخب ہوئے لیکن قرآن شریف کا درس دینا انہوں نے اس سے پہلے ۱۹۴۰ء سے شروع کردیا تھا۔ میرے محترم جناب چوہدری اعظم علی صاحب سیشن جج ریٹائرڈ جو ان دنوں گجرات میں سینئر سب جج تعینات تھے۔ اور ۱۹۴۴ء تک جماعت احمدیہ کے امیر شہر بھی رہے تھے۔ چند روز ہوئے کہ خادم صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ اور ان کی محترمہ اہلیہ صاحبہ کی خدمت میں تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خادم صاحب کو قرآن شریف کے فہم

میں ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا۔ وہ نہایت محنت اور شوق و ذوق سے درس قرآن مجید دیا کرتے تھے۔ اور بعض اعلیٰ طبقہ میں سے غیر احمدی تعلیم یافتہ بھی درس میں التزاماً شامل ہوکر استفادہ کرتے تھے۔ ۱۹۴۴ء کے بعد نہایت ہی اہتمام کے ساتھ سوائے ایک دو سال کے جبکہ وہ اپنی شدید بیماری کی وجہ سے درس نہ دے سکے ......

....

...... وہ ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں پورے قرآن مجید کا درس ختم کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اور اوقات میں بھی وہ قرآن شریف کا درس کئی سالوں تک دیتے رہے۔

سال گذشتہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء کے ماہ رمضان المبارک کا جب درس شروع کیا۔ تو اس کے پہلے خطبہ جمعہ میں جماعت کے احباب کو درس سننے کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔ کہ شروع میں مجھے اپنی بیماری اور ناتوانی کی وجہ سے کچھ تردد تھا۔ کہ درس دینا شروع کروں یا نہ کروں۔ لیکن آخر یہ سوچ کر کہ پھر شائد یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔ میں نے درس دینا شروع کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کو بھی چاہیئے کہ فائدہ اٹھائیں۔ شاید پھر آپ کو یہ موقعہ ملے یا نہ ملے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ نوجوان متقی۔ امیر جماعت کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ مشیت ایزدی کو لبیک کہہ رہے تھے۔ ایسی کرامت ان کے حصہ میں ہی آتی ہے۔ جو اپنی زندگی میں دین کو دنیا پہ مقدم کرکے تادم اخیر صادق القول ثابت ہوتے ہیں۔

خادم صاحب کے عہد امارت کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے۔ اور اس لئے قابل ذکر ہے۔ کہ ان کے عام عہد امارت میں عام طور پر مرکز سے مبلغ یا مناظر منگوانے کی کم ہی ضرورت پڑی۔ وہ ان تمام ضروریات پہ خود حاوی تھے۔ گویا اپنی زیر امارت جماعتوں کے انتظامی نگران کے علاوہ ایک عالم دین یا مبلغ کی حیثیت سے بھی خدمت کرنے کی خصوصیت ان کو حاصل تھی۔

علاوہ ازیں ضلع کے صدر مقام پر ان کی موجودگی جماعتی وقار کا موجب تھی۔ عالم تھے اور صائب الرائے اور پبلک کے معزز طبقہ میں اپنی اصابت رائے کی بدولت ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا یہ اثر و رسوخ اور قانون دانی ایک ایسا سرمایہ تھا جس سے ضلع کی بیرونی جماعتیں اور دیگر احمدیہ احباب متمتع ہوتے تھے۔ اور ان کے ممنون احسان تھے۔ اور اس کا جماعت اور نظام سے وابستگی پہ بہت نیک اثر تھا۔ وہ چونکہ بلحاظ نمونہ ایثار و قربانی اور نیز عالم دین اور مبلغ کی حیثیت سے تمام احمدی افراد میں قابل احترام و عزت تھے۔ اس لئے ان کو ایک ایسا اثر و رسوخ اور وقار حاصل تھا۔ جس کے طفیل وہ مرکز سے آئی ہوئی ہدایات کے مطابق نظام سلسلہ کی بہتر طور پہ خدمت سرانجام دے سکتے تھے۔ اور دیتے تھے۔ ان کے چودہ سالہ عہد امارت میں جہانتک میں نے سنا ہے اور جیسا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ کبھی بھی کوئی ایسا اہم معاملہ پیش نہ آیا۔ جس کو انہوں نے بروقت خود نہ سنبھال لیا ہو۔ یا جس کو خود ہی خوش اسلوبی کے ساتھ طے نہ کیا ہو۔

استقلال طبیعت خادم صاحب راسخ العزم پختہ مزاج اور مستقل طبیعت

کے انسان تھے۔ اگر ہم یہ کہیں۔ کہ وہ اپنی دھن کے پکے تھے۔ تو شاید یہ کہنا ان کی طبیعت کے متعلق زیادہ صادق الحال ہوگا۔ لیکن بنظر غائر اس بارہ میں بھی ان کی طبیعت کے دو رُخ نظر آتے ہیں۔

دنیوی یعنی معاشرتی معاملات میں جب وہ کسی بات پر جس کو وہ اپنے خیال کے مطابق صحیح سمجھتے۔ بعض اوقات ایسے بضد اس بات پر جم جاتے۔ کہ پھر مصلحت بینی یا مصلحت اندیشی کے طور کے دلائل ان پر بہت کم کارگر ثابت ہوتے۔ لیکن دینی معاملات میں ان کی طبیعت کا رنگ جہاں تک میں نے دیکھا ہے۔ اس سے مختلف تھا۔ میری مراد اس سے ان کے عقائد کے بارے میں ان کے استقلال کے متعلق ذکر کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے عقائد میں وہ بفضلہ تعالےٰ ایسی مضبوط چٹان تھے۔ جس سے ہر قسم کی مخالفت کی پُرجنوں دیوانہ لہریں جب ٹکراتیں۔ تو ہمیشہ اوندھے مونہہ بل کھاتی ہوئی واپس ہوتیں۔ بلکہ میری مراد یہ ہے۔ کہ وہ عقیدہ کے مخالف لوگوں سے بالخصوص اپنے قریبی رشتہ داروں سے ہمیشہ تلطف اور تالیفِ قلب کو کام میں لاتے۔ اور بعض حالات میں ان کے احساسات کو اپنے احساس پر ترجیح دینے میں بھی مصلحت سے کام لیتے۔ اس میں مآل اندیشی کا محرک دوسروں کی دینی بھلائی ہوتی تھی۔ ویسے عام معاملات میں وہ طبیعت کے کھرے اور صاف گو تھے۔ جو بات وہ کسی کو کہتے اس پر خود اپنی دُور اندیشی کی بدولت جمے رہتے۔ اور اس سے انحراف کو نہ اپنے لئے اور نہ کسی اور کے لئے پسند کرتے۔

مَیں یہاں ان کی طبیعت کے استقلال کا ایک واقعہ جو بہت کے لئے سبق آموز ہے۔ بیان کرتا ہوں۔

خادمؔ صاحب کے والد بزرگوار حضرت ملک برکت علی صاحب رضی اللہ عنہٗ سال ۱۹۵۲ء میں فوت ہوئے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور موصی تھے۔ ان کی وصیت کا حساب۔ ان کی وفات پر فوراً بے باق کر دیا گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے خادمؔ صاحب نے اپنی اس خواہش کے تابع کہ اپنے والد مرحوم کی قبر پر ان کو دعا کرنے کا موقعہ حاصل رہے۔ ان کی میت کو اماناً صندوق میں گجرات میں ہی دفن کرایا۔ اور قبر اندر سے پختہ اینٹوں کی اس طرح محرابی بنوائی گئی۔ کہ صندوق کو ممکن طور پر کم نقصان پہنچے۔ اور جب میت قادیان مقبرہ بہشتی میں دفنانے کے لئے جانی ہو۔ تو بآسانی قبر سے وہ برآمد ہو سکے۔

اس کے بعد سال ۱۹۵۲ء سے اپنی وفات تک ان کا بلا تساہل اور بلا بھول چوک یہ معمول رہا۔ کہ سوائے کسی اشد مجبوری کے وہ ہر جمعہ پڑھانے کے بعد براہ راست بلا لحاظ شدت موسم خواہ بارش ہو یا کڑاکے کی سردی یا گرمی جس کے لئے وہ چھتری سائیکل پر ساتھ رکھتے تھے۔ پہلے وہ قبرستان جاتے۔ اور اپنے والد مرحوم کی قبر پر دعا کر کے گھر واپس لوٹتے۔ کہنے کو یہ بات ایک معمولی بات ہے۔ لیکن اس مداومت اور استقلال پر جب فی زمانہ عام انسانی غفلت اور تساہل اور والدین کے احسانات سے خود کُش فراموشی کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں۔ تو یہ ایک ایسا کارنامہ ہے۔ جو صرف ایسے مجاہد نفس سے صادر ہو سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ پر اور عالم معاد پر کامل یقین کے ساتھ والدین کی محبت میں روح کی تازگی اور روحانی زندگی بھی حاصل ہو۔

دنیوی ذاتی معاملات میں جہاں تک میں نے

ان کو پایا ہے۔ وہ ہمیشہ آپس کے معاملات میں مقدمہ بازی جھگڑا یا فساد سے بچتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک اس میں تضیع اوقات وزر کے علاوہ تضیع اخلاق کا بھی خطرہ تھا۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح کسی قدر نقصان یا حرج کے ساتھ بھی ایسے معاملات کا تصفیہ ہو جائے۔ کہ دل کی پریشانی سے آدمی جتنا بچے اتنا ہی بہتر ہے۔ لیکن دینی معاملات میں میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس معیار کو وہ سامنے رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اختلافی معاملات یا مسائل کو غائت درجہ حل کرنے یا کامل تصفیہ تک پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور وہ یہ ذوق اور شوق بکمال استقلال کرتے تھے

زندہ دلی

فطری طور پر خادم صاحب شگفتہ مزاج تھے۔ مگر طبیعت پر ضبط تھا۔ شگفتگی اور کرختگی حسب حالات کچھ اختیاری تھی۔

ان کے بے تکلف دوست اور ان کے ایوان ظرافت کے تحمل کے زائرین ان کی اس سیرت کے بے حد مداح اور قائل ہیں۔ کہتے ہیں۔ دم ساز دوستوں کی ہلکی پھلکی محفل میں وہ مجلس کا سنگار تھے۔ مجلس پر چھا کر ہر ایک کے وہی مرجع دل ہوتے۔ اور ہاتف غیبی سے تائید یافتہ۔ اپنے علم و فضل کے دامن سے ظرافت کے ہلکے پھلکے پھول اٹھاتے اور خاص مشارٌ الیہ پر اس انداز سے پھینکتے۔ کہ پھول لگے مگر کانٹا نہ چبھے۔

یہ سچ ہے کہ لطیف ظرافت ہی صرف صحیح الفکر ظرافت میں داخل ہے۔ یعنی ایسی ظرافت کہ جس کو کثافت ذہنی یا میل خاطر نے نہ چھوا ہو۔ اور جو روح کے پردوں میں نامعلوم طور پر گھس کر بہجت آگین ہیجان اور وجدان پیدا کرے۔ باقی سب درد۔ دردا اور بار خاطر۔

جولانئ طبع اور جودت میں قدرت نے خادم صاحب کو ایک وافر حصہ دیا تھا۔ اس کے ساتھ علم و فضل کا آئینہ اس حسن کو دوبالا کرنے والا تھا خواص چھوڑ عوام جن کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ وہ ان کی اس سیرت کو بحسرت تمام یاد کر کے روتے ہیں۔

مناظرات و مباحثات میں بھی ان کی اس سیرت کا پرتو بے ساختہ جھلک اٹھتا تھا۔ مگر ضبط اور نفاست کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا۔ ایسی باریک چوٹ کرتے تھے۔ کہ دشمن کھسیانہ ہو کر دم بخود ہو جاتا اور ان کی یہ بے ہراس دلجمعی اور شگفتگی جو علامت کامرانی اور کامیابی ہے۔ سامعین کے نزدیک ان کی فتح کی دلیل ہوتی۔

نوکل بار روم ہی ان کی اس سیرت کی زیادہ تر موزوں جولان گاہ تھی۔ وہاں برابر کی چوٹ تھی مگر ان کی فوقیت مسلم ہے۔ خادم صاحب نے اپنے ذوق کی مناسبت سے ریڈیو لاہور پر ایک تقریر جس کا غالباً عنوان "عدالتوں میں نوک جھونک" تھا کی تھی۔ بہت دلچسپ تھی۔

خادم صاحب کی دوستی کا رنگ

خالص دوستی کا جذبہ ایک ممتاز شرف ہے اور انسانیت کا زیور۔ خود غرض نہ کسی کا دوست ہے اور نہ وہ دوستی کے قابل۔

جہاں تک میں نے خادم صاحب کو دیکھا ہے وہ دوستی کے معاملہ میں ایک رفیق القلب اور رنگ بھرو انسان تھے۔ ابتدائی طالب علمی کے زمانہ سے اب اخیر تک اپنے قدیم دوستوں کے ساتھ ان کا تعلق یکساں خلوص و بے تکلفی کا تھا۔

کسی کے جذبۂ دوستی کی حقیقی قدر و منزلت کا حال تب کھلتا ہے۔ جب وہ اپنی زندگی کا ابتدائی طالبِ علمی کا دَور طے کر کے مروجہ تمدن کی مختلف المدارج سوسائٹی میں داخل ہوتا ہے۔ اگر اپنی اس نئی منزل میں بھی اس کا سلوک سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم کے علی الرغم اپنے قدیم ہمجولیوں اور ہم نشینوں سے ویسا ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ ان سے کبھی پہلے تھا۔ تو پھر سمجھو۔ کہ وہ شخص حقیقی دوستی کے جذبہ کا امین ہے اس معیار پہ اگر خادم صاحب کی دوستی کو جانچا جائے۔ تو صاف نظر آئے گا۔ کہ ان کا زیادہ یگانگت اور خیر سگالی کا تعلق ایسے مخصوص دوستوں سے تھا جو بظاہر سوسائٹی کی طبقاتی تقسیم میں کسی جہت سے ان سے نچلے طبقہ میں تھے۔ کیونکہ خادم صاحب ان کی خاطرداری کا خیال اور دلداری کا اہتمام اب بھی اسی طرح کرتے تھے۔ جیسا کہ ماضی کے بعید ایام میں۔

دوستانہ ہوا خواہی کا سرچشمہ دل ہے۔ اور وہاں تک ایک غیر کی نظر کو خواہ وہ کتنی ہی تیز اور سریع کیوں نہ ہو۔ قابل اعتبار رسائی نہیں۔ اس لئے میں حالات چشم دید کی بناء پر ان کے دوستوں میں کوئی قابل اعتبار تقسیم تو نہیں کر سکتا۔ مگر یہ میں کہ سکتا ہوں۔ کہ یہ جو بظاہر ان کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع نظر آتا ہے۔ اس کی اگر باہمی اخلاص مروت اور قربانی کی جریب سے حد بندی کی جائے۔ تو کچھ لوگ اس حلقہ سے باہر کھڑے نظر آئیں گے۔ مگر اس میں کسی کا قصور نہیں۔ ہمارے مادی تمدن مادی ماحول مادی نظریہ زندگی کے اس روح کش زمانہ میں جیسا کہ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ "چشمہ شیریں کے گرد مور و ملخ" اور ایک سیاسی شخصیت ملک کے سلطان کی صحبت میں نفع گیر مصاحبین جمع ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی کسی مفید وجود کی طرف جو اپنے ذہن رسا، عملی قوت، پختگی عزم اور اثر و رسوخ کی بدولت قابل قدر ہو۔ متمدن مصلحت کوش فرزانوں کا رخ کرنا بعید از قانون قدرت نہیں۔ خادم صاحب حقیقتاً خادم اسلام تھے۔ اور فقط یہ خوبی ان کی وجہ امتیاز تھی۔ یہاں تک کہ ان کے عقیدہ کے مخالف بھی ان کی اس خوبی کریکٹر کے بادل نخواستہ قائل تھے۔ اس کے ساتھ وہ پختہ مغز، مدبر، عاقبت اندیش مشیر اور راسخ العزم باہمت جوان تھے۔ اور ان چیزوں کی اس دنیا میں بہت مانگ ہے اس لئے ایسے وجود کے دامن سے اگر بعض مصلحت کیش بھی وابستہ نظر آئیں۔ تو کسی کو تعجب نہ کرنا چاہیئے

ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن گجرات نے اپنی قرارداد تعزیت مورخہ یکم جنوری ۱۹۵۸ء میں خادم کی اچانک اور بے وقت وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ان کی وفات سے نہ صرف ایک دیرینہ ہمدرد دوست کی رفاقت سے (ہم) محروم ہو گئے ہیں۔ بلکہ ایک عالم ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ جو ہمہ گیر لیاقت اور تخلیقی صلاحیتوں کا حامل تھا۔"

رشتہ داروں کے ساتھ سلوک میں جو خاص بات میں نے دیکھی اور تواتر کے ساتھ جس کا تجربہ کیا۔ وہ یہ تھی۔ کہ کسی سے ہمدردی کے موقعہ پر ان کا دل جس کے تابع ان کا عمل ہوتا تھا۔ زیادہ حرکت کرتا۔ اور زبان کم۔ وہ کسی کا کام کر کے اس کو احسان جتانا اپنے وقار کے خلاف سمجھتے تھے۔ صرف یہ نہیں۔ بلکہ اگر ان کے سامنے کوئی احسان پذیرائی ظاہر کرنا چاہے تو ان کے چہرہ پر

ناگواری کی خشونت کے آثار نظر آنے لگتے تھے۔ وہ رشتہ داروں سے رشتہ داری کے تعلق میں کسی قسم کا فائدہ اٹھانا عار خیال کرتے تھے بحیثیت وکیل یا کسی اور رنگ میں بھی اپنے رشتہ داروں۔ دوستوں اور بے کس غریب ناداروں کی بلا وجہ معاوضہ خدمت کرتے مگر خود حتی الوسع کسی اپنے ذاتی کام کے لئے فرمائش کرنے سے کتراتے تھے۔

عوام سے جو ان کی اس سیرت سے واقف تھے بالخصوص ضلع کے اندر جماعت کے کمزور اور بے کس افراد جو اپنی ہر مشکل کے موقعہ پر ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اب ان کی مفارقت کو بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔

عزیزم خادمؔ صاحب کو مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب کے ساتھ اپنی بہت اوائل ایام تبلیغ سے محبت اور مودت کے تعلقات تھے وہ مولانا صاحب موصوف کی علمی صلاحیتوں کے مداح تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان صلاحیتوں کے علاوہ وہ صوفی منش ہیں اب خادمؔ صاحب کی وفات کے بعد ہر شخص اپنے اپنے تعلق کے مطابق ان کی جدائی کو محسوس کرتا ہے۔

خادمؔ صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا خواب

جبکہ دسمبر ۵۷ء کے شروع میں معالج اور مریض ہر دو بکلی مطمئن تھے۔ اور آخری ایکس رے جو محض احتیاطاً لیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ بھی ہر جہت سے تسلی بخش تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّت کا اظہار اس وجود پر فرمایا۔ جو خادمؔ کے بعد اس دنیا میں سب سے زیادہ غم و ہم کا مرجع بننے والا تھا۔ خادمؔ صاحب کی اہلیہ محترمہ صاحبہ کہتی ہیں۔

کہ ۴ ۱۲/۵۷ سے جس دن وہ زیادہ بیمار ہوئے۔ تقریباً دس گیارہ روز پہلے غالباً ۱۱-۱۲/ دسمبر ۵۷ء کی درمیانی رات عین صبح کے وقت (کیونکہ بیدار ہونے پر اذان کی آواز آرہی تھی)، میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا۔ کہ وہ (خادمؔ صاحب) سخت بیمار ہوگئے ہیں۔ یا سخت بیمار ہیں۔ جواباً میری زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ کہ وہ کس طرح سخت بیمار ہیں۔ وہ تو اب بالکل اچھے ہیں ــ ڈاکٹر پیرزادہ ایک مشہور معالج ان کا علاج کر رہے ہیں جو کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ غلط ہے۔ مگر پھر آواز آئی۔ مگر اب کے کچھ زیادہ غصہ اور جلال کے ساتھ کہ "نہیں وہ سخت بیمار ہیں اور مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں"۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ ان پر فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ اور دعا مانگی۔ اور دل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ زیادہ خشوع اور خضوع سے دعائیں کیں۔ مگر اس خواب کا ان سے تو ذکر کرنا مناسب ہی نہ سمجھا گیا۔ بلکہ ان کی موت تک سوائے اپنی لڑکی امۃ الحکیم کے اور بھی کسی سے نہ کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ اس روز جب وہ حسب معمول ہسپتال میں گئیں۔ تو خادمؔ صاحب کی طبیعت بالکل ٹھیک ٹھاک ہشاش بشاش تھی۔ اور بعد میں بھی کئی دن تک برابر اسی طرح طبیعت رو بصحت رہی۔ اور میری گھبراہٹ بھی دو چار دن کے بعد رفع ہو گئی۔ حتیٰ کہ جب ۴ ۱۲/۵۷ کو وہ دوبارہ زیادہ بیمار ہوئے۔ تو اس وقت بھی یہ خواب میرے ذہن سے اتر چکی تھی۔ اور ان کی موت کے بعد ہی پھر یہ خواب یاد آئی۔

میرے خیال میں یہ خواب ہم سب خویش و اقارب اور احباب کے ایسے وساوس کا ازالہ

کرنے والی ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ علاج میں کوئی کمی یا سوائے تدبیر ان کی پیش از وقت موت کا موجب ہوئی ہو۔ ایسا وسوسہ اور خیال بے جا ہے۔ اللہ تعالے کا اس طرح اپنی مشیت کا اظہار اس وجود پر کرنا جو دنیوی تعلقات کے لحاظ سے خادم صاحب سے اقرب تھا۔ (کیونکہ پاک دامن وفادار بیوی در اصل خاوند کے جسم کا ایک حصہ ہوتی ہے) اور ٹھیک اس وقت اس کا ظاہر فرمانا جبکہ سب ظاہر بین معالج۔ مریض اور تیمار دار، شفایابی پر مطمئن ہو رہے تھے۔ اور پھر اس وقت جبکہ خادم صاحب اپنی کامیاب زندگی کا مختصر سنتالیس سالہ دور رضائے الٰہی کے مطابق ختم کر چکے تھے۔ قابل غور ہے۔ اور اگر ہم غور کریں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ہمارے رحیم و کریم خدا تعالے کی طرف سے ہماری اطمینان خاطر اور رضا بقضائے الٰہی کا سامان تھا۔

خادم صاحب تقدیر الٰہی کے مطابق جو کام اللہ تعالے ان سے لینا چاہتے تھے۔ وہ ختم کر کے ہم سے رخصت ہوئے۔ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

---

۴ پھر دل کو لاکھ جھوٹی تسلیاں دیتا ہوں۔ اور بس اسی طرح دن اور راتیں گذرتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ اور طبیعت میں ہر وقت بے چینی اور بے قراری اور دل میں ایک جلن سی ہوتی رہتی ہے۔ عزیز من کچھ نہ پوچھئے اپنی حالت کچھ ایسی ہے کہ میں اسے ٹھیک طرح سے بیان بھی نہیں کر سکتا مجھے یہ دکھ بھی کھائے جا رہا ہے کہ میں آخری لمحات میں ان سے باتیں بھی نہ کر سکا۔ ان کی پیاری شکل بھی سیر ہو کر نہ دیکھ سکا۔ ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا...

ایک تعزیتی خط

از جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے پریذیڈنٹ سکنڈری ایجوکیشن بورڈ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

پیارے باسط۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں ابھی تک آپ کے ہاں گجرات میں اظہار رنج و غم کیلئے حاضر نہیں ہو سکا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ۱/۵۸ ۲ کو ربوہ سے واپس لاہور پہنچتے ہی مجھے اپنے محکمہ کی طرف سے فوراً کراچی جانے کا حکم ملا۔ لہٰذا بامر مجبوری میں ۱/۵۸ ۴ کو لاہور سے کراچی کیلئے چل پڑا۔ اور ۱/۵۸ ۵ کو یہاں پہنچا۔ جس سرکاری کام کے سلسلہ میں میں یہاں آیا ہوا ہوں اس کے متعلق مجھے ابھی تک یہ علم نہیں کہ کس تاریخ کو ختم ہوگا۔ اور کب میں واپس لاہور اور پھر گجرات پہنچ سکونگا۔ انشاء اللہ تعالے یہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں حاضر ہونگا

محترمہ بھاوجہ صاحبہ اور اپنی دادی جان کی خدمات میں میری طرف سے دلی رنج و غم اور ہمدردی کا اظہار کیجئے۔ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالے ہم سب کو اپنے خاص الخاص فضل سے صبر کی توفیق بخشے۔ آمین)

آپ کے والد محترم (اللہ تعالے ان کے درجات بلند فرمائے) ایک نہایت قیمتی وجود تھے اور کون ہے جسے ان کی جدائی کا اتنا ہی صدمہ نہیں جتنا کہ آپ کو اور آپ کے باقی افراد خانہ کو ہے۔ میرے دوست بھی تھے۔ اور بھائی بھی۔ میرا دہنا ہاتھ بھی تھے۔ اور دکھ سکھ کے ساتھی بھی۔ اور ان کی جدائی سے میری زندگی میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو اب تمام زندگی خلا ہی رہے گا۔ نہ مجھے کھانا سوجھتا ہے اور نہ سونا۔ کسی وقت خیال آتا ہے کہ وہ ابھی زندہ ہیں۔ پھر میں اپنے نفس کو کہتا ہوں کہ میں تو خود اپنے ہاتھوں سے دفن کر کے آیا ہوں۔ پھر بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔

نوٹ: ... اور ان کے نقش قدم پر چل کر ... زندگی کا مقصد ... نیکی کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

مکرم خادم صاحب مرحوم کی شخصیت کے چند پہلو

(از جناب مرزا منظور احمد صاحب ایم ایس سی ایبٹ آباد)

رشتہ کے لحاظ سے خادم صاحب مرحوم میری بیوی کے حقیقی ماموں تھے۔ مگر میں ان کا اس وقت سے واقف ہوں جب میں مدرسہ احمدیہ قادیان کی پہلی جماعت میں طالبعلم تھا۔

بحیثیت امیر جماعت کے آپ ضلع گجرات کی تمام احمدی جماعتوں کے امیر تھے ایک امیر میں جو خوبیاں پائی جانی چاہیئے۔ وہ سب آپ میں موجود تھیں۔ آپ متقی تھے۔ قرآن مجید کے عالم تھے۔ بلکہ آپ کو قرآن مجید کے علوم کے ساتھ خاص ذوق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی تمام کتب پر آپ کو عبور تھا۔ آپ عالم باعمل تھے۔ ذی وجاہت تھے۔ منتظم تھے۔ دعا گو تھے۔ آپ نے قدرت کی طرف سے ایک مستعد طبیعت اور صائب رائے پائی تھی۔ اسی وجہ سے آپ کی قوتِ فیصلہ نہایت تیز اور صحیح ہوا کرتی تھی۔ متوازن تھے۔ علمی مذاق کے مالک تھے۔ جماعت کی تربیت میں خاص شغف تھا۔ اور اس ضمن میں آپ بعض مواقع پر اتنی محنت کرتے کہ آپ اپنی صحت کو بھی نظر انداز کر دیا کرتے۔ بحیثیت امیر کے آپ خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور اطفال کی تنظیموں کی ذاتی طور پر نگرانی کرتے۔ ضرورت پڑنے پر جماعت کے امور کیلئے آپ ہی حکومت کے افسروں سے ملتے۔ اور آپ کا ملنا اکثر مفید ہوا کرتا۔ اس کے علاوہ آپ کی ڈاک میں عموماً ایسے خطوط کثرت سے ہوا کرتے تھے۔ جن میں مسائل خصوصی کے متعلق استفسار ہوا کرتا تھا۔ ان کا مختصر یا مفصل جواب کبھی آپ خود اپنی قلم سے اور کبھی دوسروں کو املا کر کے لکھواتے مگر جواب ضرور دیتے۔ بعض وقت مسئلہ کی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے جواب بارہ بارہ فل سکیپ صفحوں پر لمبا ہو جایا کرتا تھا۔ ان میں سے بعض کی نقول خادم صاحب کے کاغذات سے دستیاب ہوئی ہیں۔ کبھی موقعہ ملا تو ان کو شائع کروا دیا جائیگا۔ وہ خطوط واقعی پڑھنے کے قابل ہیں۔ ان میں بعض نہایت مشکل مسائل اور مخالفین کے معرکۃ الآرا اعتراضات کے جواب ہیں۔ ان کو پڑھ کر انسان یہی اندازہ کرتا ہے۔ کہ مرحوم غیر معمولی فطانت اور بے تکلف اسلوب کے مالک تھے اور یہ کہ اپنی جسمانی طاقت کی رعایت سے بہت زیادہ ہمت کرنے والے اور کام کرنے والے تھے۔ کاش آپ اور زندہ رہتے۔

سوشل تعلقات آپ سلجھی ہوئی عادت، ذوق سلیم اور ذی اثر شخصیت کے مالک تھے اس لئے آپ کی طرف تقریباً ہر شخص قدرتی طور پر ایک کشش اور جذب محسوس کرتا تھا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ آپ ایک راسخ العقیدہ اور بیباک قسم کے احمدی تھے۔ پھر بھی ہر معتدل شخص

آپ سے تعلقات استوار کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔ میرا یہ ایمان ہے کہ جب تک کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدوں کے ساتھ ذہنی طور پر مخلص نہیں وہ دوسروں کے ساتھ بھی صاف معاملات نہیں رکھ سکتا اور نہ مخلص ہو سکتا ہے۔ اسی اخلاص کی وجہ سے خادم صاحب کی شخصیت کافی حد تک ذی اثر اور دوسروں کو مسخر کرنے والی بن گئی تھی۔ اسی وجہ سے سوسائٹی کے تمام طبقات پر آپ کا اثر تھا۔ جب بھی آپ کسی انجان مجلس میں بھی چلے جاتے تو دو تین منٹ کے بعد ہر شخص آپ کی طرف متوجہ نظر آتا۔ اور یوں ہر شخص آپ سے کسی امر کے متعلق استفسار کرنا پسند کرتا۔ چونکہ آپ نہایت درجہ ذہین اور فطین تھے اس لئے ہر شخص کے علم کے ظرف اور اس کی طبیعت کے مطابق مطمئن کرتے اور اسی طرح ہر شخص اپنی پہنچ اور سمجھ کے مطابق ایک سیرابی سی محسوس کرتا۔ اسی وجہ سے شہر کے وکلاء پر بھی آپ کا اثر تھا۔ شہر کے دوسرے معزز بھی آپ سے کافی متاثر تھے۔ شہر کے عوام اور کھلنڈرے بھی آپ کو قابل توقیر اور عزت کے لائق سمجھتے تھے۔ تقسیم ملک سے پہلے آپ کے سوشل تعلقات ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ بھی تھے۔ مگر پاکستان بننے کے بعد تو آپ غیر احمدی معززین میں کافی مقبول ہو گئے تھے۔ بعض بڑے بڑے غیر احمدی گھرانے تو آپ سے اپنے نجی اور پرائیویٹ امور میں بھی مشورہ لینا پسند کرتے تھے۔ اور یوں آپ کو اپنا رازدان سمجھتے۔ بطور وکیل کے نہیں بلکہ ایک نہایت مخلص دوست کے۔

بطور کھلاڑی کے

آپ اگرچہ اکثر اور عموماً کثیر المشاغل رہا کرتے۔ مگر پھر بھی آپ کبھی نہ کبھی موسم، طبیعت اور ماحول کے مطابق کرکٹ کے لئے وقت نکال ہی لیتے۔ کھیلوں میں سے کرکٹ آپ کا پسندیدہ کھیل تھا۔ آپ اگرچہ زمانہ طالب علمی میں ہاکی، فٹ بال اور والی بال بھی کھیلتے رہے۔ مگر بعد میں آپ نے کرکٹ کو اپنا پسندیدہ کھیل بنا لیا۔ اسی وجہ سے آپ کرکٹ کھلاڑیوں سے تعلقات استوار رکھتے محمد حنیف جو پاکستان کے مشہور کرکٹ کھلاڑی ہیں وہ بھی آپ کی وفات سے چند ماہ قبل جب آپ بالکل تندرست تھے۔ آپ کے ہاں گجرات میں ہفتہ عشرہ رہے تھے۔

توکل علی اللہ

وکالت کا پیشہ رکھنے والے اور دکاندار یہ خوب جانتے ہیں۔ کہ بعض وقت ان کا محض احمدی کہلانا بھی ان کے لئے کتنی آزمائش کا موجب بن جایا کرتا ہے خادم صاحب مرحوم نے کسی عظمت سے خوف نہیں کھایا۔ اور نہ رعب محسوس کیا۔ خادم صاحب اگرچہ وکیل تھے۔ مگر آپ کا اصل کاروبار تبلیغ کرنا تھا — رشتہ داروں کو آپ نے تبلیغ کی، عام معززین کو آپ نے تبلیغ کی، عوامی لوگوں کو آپ نے تبلیغ کی، ججوں اور مجسٹریٹوں کو آپ نے تبلیغ کی، موکلوں کو آپ نے تبلیغ کی، گویا ہر شخص کو جس تک آپ پہنچ سکے تبلیغ کی۔ اس قدر تبلیغ کے باوجود آپ بحیثیت ایک کاروباری وکیل کے کامیاب وکیل بھی تھے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ یہ روایت کرتی ہیں کہ جب بھی اور جتنی بھی ہمیں روپیہ کی ضرورت پڑتی اللہ تعالیٰ ہمیں اتنا دے دیا کرتا جس ماہ ہمیں جلسہ سالانہ پر جانا ہوتا۔ اس ماہ سفر خرچ کے لئے 1½ ہزار سے دو ہزار تک ہمیں مل جاتا۔

اور جس ماہ ہمیں کپڑے وغیرہ بنوانا ہوتے اس ماہ کپڑوں کے لئے زر پیسہ مل جاتا۔ یعنی جب بھی اور جتنی بھی ضرورت ہوتی اللہ میاں پورا کر دیتے تھے۔ گویا خادم صاحب مرحوم کی زندگی اور کاروبار اللہ تعالےٰ کے توکل پر تھا۔ در اصل وکالت کا پیشہ جتنا آزاد سمجھا جاتا ہے اتنی ہی مشکل اور غیر آزاد ہے کیونکہ ان حالات میں جب کہ انسان ہر جگہ اور ہر وقت تبلیغ کرتا پھرے کساد بازاری کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ مگر جو اللہ تعالےٰ پر توکل کرے اللہ تعالےٰ اس کا خود وکیل اور کفیل بن جایا کرتا ہے۔

طبیعت آپ ایک سلجھی ہوئی اور معقول طبیعت کے مالک تھے۔ مگر آپ کی طبیعت میں دو باتیں خاص طور پر پائی جاتی تھیں۔ ایک خلوص اور دوسری عجلت پسندی۔ چونکہ قدرت کی طرف سے آپ کو خلوص اور وفاداری وافر طور پر ملی ہوئی تھی۔ اس لئے طبیعتاً آپ کو دھوکہ باز، بے وفا، ابلہ فریب اور متلون مزاج شخص سے نفرت تھی۔ اور اس نفرت کے اظہار میں آپ نے نزدیکی یا غیر نزدیکی کا، چھوٹے یا بڑے کا، امیر یا غریب کا، عہدے یا طاقت کا کبھی لحاظ نہیں کیا۔

دوسری بنیادی چیز آپ کے مزاج میں عجلت پسندی تھی۔ جو لوگ خادم صاحب کو قریب سے دیکھتے رہے ہیں۔ وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ آپ ہر کام نہایت جلدی، چستی اور بے ساختہ پن سے کیا کرتے تھے۔ آپ کی عام بات چیت اور گفتار میں بے ساختگی اور برجستگی پائی جاتی تھی۔ آپ کی تقریر نہایت درجہ برجستہ اور بے ساختہ ہوا کرتی تھی۔ آپ کی عام بات چیت

اور گفتار میں بے ساختگی اور برجستگی پائی جاتی تھی آپ کی تقریر نہایت درجہ برجستہ اور بے ساختہ ہوا کرتی تھی۔ لکھتے وقت بھی آپ نہایت اختصار اور ایجاز کو کام میں لاتے۔ غرضیکہ ہر کام نہایت پھرتی چستی اور جلدی میں کرتے۔ آپ اپنے وکالت کے پیشہ میں بھی جلدی پن کو ترک نہ کر سکے۔ یعنی عدالت میں بحث کرتے وقت بھی نہایت تھوڑے وقت میں دوسرے وکیل کے مقابل پر دلائل کے انبار کھڑے کر دیتے۔ چلتے وقت بھی آپ جلد اور ڈگ بھر کر چلتے۔ چونکہ آپ کثیر المشاغل تھے اسلئے ہر کام نہایت جلدی اور پھرتی سے کرتے۔

الحاصل یہ کہ آپ کو ہر کام آناً فاناً اور جلدی میں کرتے ہوئے پایا گیا۔ یہ سب شاید اسلئے تھا۔ کہ آپ نے جلد ہی جوانی میں رخصت ہونا تھا اس لئے عجلت پسندی بے ساختہ پن آپ کی طبیعت میں قدرتی طور پر ڈال دیا گیا۔ میں یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگرچہ آپ ہر کام نہایت عجلت سے اور بے ساختہ پن اور جلدی میں کرتے تھے۔ مگر پھر بھی آپ کے ہر کام اور ہر فعل میں مقصدیت خوش اسلوبی اور صلاحیت پائی جاتی تھی۔ اور یہ خوبی نادر ہے۔

خالد کا خطاب ۱۹۵۶ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے استاذی المکرم مولوی ابوالعطاء صاحب، مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ اور خادم صاحب مرحوم کو خالد کے خطاب سے نوازا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے نام اور ان کی شخصیت سے کون مسلمان واقف نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو دشمنوں پر

فتح حاصل کرنے کی بے پناہ طاقت اور صلاحیت عطا فرمائی ہوئی تھی۔ کوئی بھی ایسی جنگ یا ایسا غزوہ نہ ہوتا جس سے آپ فتح یاب ہو کر یا دشمن کو زک پہنچا کر نہ لوٹتے۔ اس وجہ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "سیف من سیوف اللہ" کے خطاب سے ملقب فرمایا۔ اس وقت شریعت اسلامیہ اور مسلمانوں کے وجود کو استحکام اور قیام بخشنے کے لئے تلوار کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ذریعہ بنایا۔ لیکن اب اس وقت جب کہ اسلام پر دلائل اور براہین سے حملہ کیا جا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے وقت کے تقاضے کے ماتحت دشمنوں کو مغلوب کرنے اور اسلام کی کمزوری کو فتح میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خاص علم الکلام سے نوازا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خالد صفت اشخاص بھی عطا فرمائے۔ مکرم خادم صاحب مرحوم بھی ان میں ایک تھے۔ چونکہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم الکلام کو اپنا لیا تھا اس لئے آپ میں دوسروں کو قائل کرنے کا ملکہ اور بے پناہ قوتِ استدلال پیدا ہو گئی تھی۔ اس قوتِ استدلال اور منطقیانہ طرز سے آپ میں ایسی خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی۔ جو زبان پر خود بخود کلمات حسنہ اور دلائل جاری کر دیتی تھی۔ اس وجہ سے آپ دشمن کے دلائل اور براہین کو ایسا کاٹ کر رکھ دیتے تھے کہ وہ ھباءً منثوراً ہو کر رہ جاتے تھے۔ آپ کی تقریر کو سن کر ہر احمدی یوں محسوس کرتا جیسے اس نے کوئی تقویت بخش مشروب پی لیا ہے۔ جلسہ لائل پور والوں کی بھی تقاریر ہوتی تھیں مگر ایک مزہ آپ سے ہی خاص تھا۔ اسی وجہ سے ہر کس و ناکس آپ کی تقریر سننے کے لیے مشتاق نظر آتا۔ اسی وجہ سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ کو خالد کے خطاب سے نوازا۔ کیونکہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم الکلام کے ذریعہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کی اور انہیں زک پہنچائی۔

شادی اور بچے

آپ کی شادی پسلی بھیت کے ایک معزز مخلص احمدی گھرانے میں ہوئی تھی۔ آپ کی بیگم صاحبہ مکرم خان آصف زمان صاحب رئیس پیلی بھیت کی صاحبزادی ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ کے موجودہ ناظر امور عامہ مکرم میجر عارف زمان صاحب آپ کے نسبتی بھائی ہیں۔ آپ نے اپنے پیچھے دو لڑکے اور دو لڑکیاں اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ بڑے لڑکے کا نام عبدالباسط اور چھوٹے کا عبدالماجد ہے۔ لڑکیوں میں سے بڑی کا نام امۃ الحکیم اور چھوٹی کا امۃ الجمیل ہے۔ اس وقت عبدالباسط بی اے میں زیر تعلیم ہیں۔ اور عبدالماجد ابھی میٹرک میں ہیں۔ میری یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خود اپنے فضل و کرم سے پروان چڑھائے اور ان کا حافظ و ناصر ہو اور یہ کہ وہ اپنے مخلص باپ کے نقشِ قدم پر چل کر نیک مخلص دیندار اور صاحبِ ثروت بنیں آمین ثم آمین۔

ارشادِ نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فوت ہونے والے لوگوں کا ذکرِ خیر جاری رکھو۔

خادم صاحب مرحوم ہسپتال کے کمرہ میں

(جناب حمید علی صاحب ہاشمی لاء کالج لاہور)

یوں تو مرحوم کے متعلق مجھے ایک عام احمدی سے زیادہ واقفیت نہیں۔ اتفاق محض ہے کہ مرحوم کی زندگی کے آخری ایام میں مجھے خدام الاحمدیہ لاہور کے نمائندہ کی حیثیت سے مرحوم کی کچھ خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مضمون میں اس دوران کے تاثرات کو قلمبند کرتا ہوں۔

مرحوم کی شخصیت میں بہت جاذبیت تھی۔ ہسپتال کا ماحول بڑا خشک اور گھناؤنا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اور نرسیں جن کے شب و روز متواتر کراہوں کے درمیان بسر ہوتے ہیں۔ اور جن کے ہاتھوں میں نت چلتی نبضیں ڈوبتی ہیں۔ ایک لحاظ سے خاصے بے حس ہو جاتے ہیں۔ ان کے ذہن بالکل مشینی پرزوں میں ڈھل جاتے ہیں۔ لیکن مرحوم کے بارہ میں، میں نے دیکھا کہ یہی بے حس اور مشینی انسان بڑے حساس ہو گئے تھے۔ یہاں جسے دیکھا، نیاز مند پایا۔ ہسپتال کے قواعد کے مطابق مقررہ اوقات کے علاوہ مریض سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہاں یہ حال تھا کہ عیادت کے لئے آنے والوں کا تانتا لگا رہتا۔ رات کو متواتر دو دو خادم ڈیوٹی پر آتے رہے۔ کبھی کسی نے اعتراض نہ کیا۔

ایک عیسائی لیڈی ڈاکٹر بالالتزام عیادت کے لئے آیا کرتی تھی۔ میرا قیاس ہے۔ کہ اس لیڈی ڈاکٹر نے مرحوم کو منہ بولا بھائی بنایا ہوا تھا۔ بڑی پُرخلوص اور حوصلہ افزا باتیں کرتی۔ اس عورت کو مَیں نے مرحوم کی صحت کے لئے حقیقی بہنوں کی طرح بیقرار پایا۔ بے لوث محبت کے ان نظاروں کو دیکھ کر میرے ذہن میں اجالا سا ہو گیا۔ دل نے گواہی دی کہ یہ عشقِ حقیقی کا فیضان ہے جو انسان کو لازوال محبتوں کا وارث بنا دیتا ہے۔

مرحوم لیٹ کر ہی نماز پڑھ سکتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت چہرے کو رومال سے ڈھانپ لیتے۔ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے جہلک روگ آنسوؤں کے ذخیروں کو خشک کر دیتے ہیں۔ یہاں گریہ والحاح کا یہ عالم تھا کہ دعا کرتے کرتے رومال بھیگ جاتا۔ یوں احساس ہوتا کہ نور و عرفان کی رویں چھوٹتی ہیں اور کمرہ کی فضا پر محیط ہوتی جا رہی ہیں۔ مَیں جب ڈیوٹی پر جاتا تو عشاء اور فجر کی نماز مرحوم کے کمرے میں ادا کرتا۔ جو کیف ان نمازوں میں ملا، شاید ہی کبھی نصیب ہوا ہو۔

اللہ اللہ! ادھر موت سے رسہ کشی جاری ہے۔ ادھر شب و روز احمدیت کی سربلندی کے لئے دعائیں ہوتی ہیں۔ ڈاکٹروں تک کو تبلیغ کرنے لگتے۔ ہر بات جچی تلی، برمحل اور موثر ہوتی۔ اکثر قرآن پاک کی آیات کے حوالے سے بات کرتے۔

رات کی ڈیوٹی پر آنے والے خدام سے ان کے مختصر کوائف پوچھتے اور انہیں یاد رکھتے۔ مجھے یہ دیکھ کر

حیرت ہوئی۔کہ ڈیوٹی پر آنے والوں کا ذہنی امتحان بھی لے لیتے۔خدام ڈیوٹی کے دوران میں آپ کی نیند، بیداری، تنفس کی حالت۔ کھانسی اور درد وغیرہ کی رپوٹ لکھتے جاتے تھے۔صبح کے وقت آپ کو بتا دیا جاتا کہ رات بھر میں کل کتنے گھنٹے سو سکے۔

ان کے لئے ہسپتال میں پاکستان ٹائمز اور الفضل کے پرچے آتے۔ پاکستان ٹائمز باہر سے آنے والوں کی دلچسپی کی خاطر ہوتا۔ الفضل خاص طور پر اپنے لئے۔ان دنوں پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب کا ایک مضمون کسی سائنسی موضوع پر الفضل میں شائع ہوا تھا۔اسے پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔

ایک روز میں نے کہا کہ لوگ اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے نعوذ باللہ انگریزی حکومت کی بہت خوشامد کی ہے۔ مجھے کوئی ایسی کتاب یا مضمون بتائیں جس میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہو۔اشارہ کیا کہ سامنے احمدیہ پاکٹ بک رکھی ہے، اٹھا لاؤ۔چنانچہ اس میں سے وہ مقام نکال دیا۔

احمدیہ پاکٹ بک کا یہ تازہ ترین اور مکمل ایڈیشن پچھلے جلسہ سالانہ کے موقع پر شائع ہو چکا ہے۔ عین اس بیماری کے دوران میں اس ایڈیشن کے لئے چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے کے ذریعہ اپنی تصویر کا بلاک تیار کروایا۔ کتاب شائع ہو کر مارکیٹ میں آگئی اور خود اللہ کو پیارے ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تھا ترا کردار اسوہ نوجوانوں کیلئے

(جناب چودھری علی محمد صاحب سرور بی۔اے۔بی ٹی)

قوم کی آنکھوں کا خادم تو جو تارا ہو گیا
اس لئے کیا جلد تو اللہ کو پیارا ہو گیا

خوش بیانی نے جو تیرے نطق سے پائی جلا
تیرے استدلال کا دشمن بھی قائل ہو گیا

عشق تھا۔ تجھ کو جوانی میں علوم دین سے
تھا ترا کردار اسوہ نوجوانوں کے لئے

وقف تھا تیرا دل و سینہ صداقت کے لئے
تیرا مرنا اور جینا تھا خلافت کے لئے

سینۂ باطل پہ تو نے وار جو پیہم کئے
وہ حیاتِ اخروی کا تیری ساماں ہو گئے

یاد تیری آہ خادم دل سے جا سکتی نہیں
مادرِ گیتی کبھی تجھ کو بھلا سکتی نہیں۔

تو گیا جنت میں رتبہ تیرا عالی ہو گیا
تیرے جانے سے مگر گجرات خالی ہو گیا

میرے ہم زلف خادم صاحب گجراتی

(از جناب اللہ داد خان صاحب ۔ بی ۔ اے ۔ ڈی ۔ ڈی ۔ آر ۔ فارسٹ رینجر)

میری خادم صاحب سے سب سے پہلی ملاقات پیلی بھیت شہر (یو۔پی) میں غالباً ۱۹۳۳ء میں ہوئی تھی۔جبکہ وہ بمعہ اپنے والدین اور چند اعزا و احباب کے بحیثیت دولہا وہاں تشریف فرما ہوئے تھے۔ اُس وقت ہمارے خسر صاحب خان بہادر آصف زمان صاحب ڈپٹی کلکٹر، گونڈہ ورئیس پیلی بھیت اس جہانِ فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ ان کی زوجۂ محترمہ حیات تھیں مگر ان کو بھی مرض گٹھیا نے بالکل اپاہج اور صاحب فراش بنا رکھا تھا۔ اور ان کی تین لڑکیاں اور لڑکے ابھی بچپن کے دَور سے گذر رہے تھے۔ خادم صاحب کی منگنی خان بہادر صاحب موصوف کی دوسری صاحبزادی سے ان کی حیات میں ہی ہو چکی تھی لیکن بدقسمتی سے رخصتی کا موقعہ نہیں آیا تھا کہ ان کی (خان بہادر صاحب کی) وفات حسرت آیات ماہ مئی ۱۹۳۶ء میں واقع ہو گئی۔ ان صبر آزما ودلشکن حالات میں خادم صاحب کی شادی پیلی بھیت میں ۱۹۳۷ء میں عمل پذیر ہوئی۔ میرے سب سے پہلے تاثرات یہ تھے کہ خادم صاحب ایک نہایت قابل مقرر بذلہ سنج اور پُر جوش مبلغ ہیں۔ اور حلقہ احباب پہ چھا جانے والی شخصیت رکھتے ہیں۔ وہ ایک ہنس مکھ۔ خوش رو اور صحت مند نوجوان تھے اور مذہبی معلومات پر بے انتہا عبور رکھتے تھے۔ حافظہ قابل رشک تھا اور حاضر جوابی اور لطیفہ گوئی میں اپنا جواب کم رکھتے تھے۔ دوسروں کی مشکلات کی حل کشائی میں خاص دلچسپی وانہماک سے کام لیتے تھے۔ اس شادی کے موقعہ کی ملاقات کے بعد تقسیم سے قبل دو تین بار اور بھی مختصر ملاقاتوں کے مواقع میسر آئے۔ اور ان ملاقاتوں اور احمدیہ پاکٹ بک کی تصنیف اور ان کا دوسرا پیدا کردہ لٹریچر جو نظر سے گذرا اس کے مطالعہ سے ان کے تبحر علمی۔ وسعت الخیالی۔ اور ہمہ گیر شخصیت کا گہرا اثر دل پر پڑا۔ تقسیم ہند کے بعد ہم لوگوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ اور ان کی کشش نے ہم کو بھی گجرات میں لا بسایا۔ ہمارے گجرات میں قیام اور سابق پنجاب میں ملازمت کے حصول کے سلسلہ میں ان کی مساعی کا خاص حصہ تھا جوں جوں وقت گذرتا گیا ہمارے تعلقات زیادہ سے زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ ہم لوگوں کو انہوں نے کسی طور پر بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ ہم یہاں مہاجر کی حیثیت سے آئے تھے اور بہت حد تک وطن اور وطن میں باقیماندہ عزیزوں کی جدائی کے اثرات شافہ کو زائل کرنے میں مدد کی۔ اس کے علاوہ ہر مشکل اور تکلیف کے موقعہ پہ انہوں نے سخنے۔ قدمے۔ درمے امداد کی اور حقیقی برادرانہ سلوک سے ہم سب کو اپنا مرہون احسان بنائے رکھا ان کی یکلخت۔ بے وقت اور خلاف توقع موت نے

آخری بیماری کے ایک نوجوان تیمار دار کا بیان

خاکسار کو خادمؔ صاحب مرحوم کے پاس جانے کا اتفاق ان کی بیماری کے ایام میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ کے کمرہ ۵ میں ہوا۔ کیونکہ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور آپ کے پاس روزانہ رات کے وقت دو خدام بھیجتی تھی خاکسار کو بھی ایک دفعہ اس غرض کے لئے بھیجا گیا یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمیں بھی اس (خالد بن ولید) کے خادم بننے کی ایک رات سعادت نصیب ہوئی۔ جب ہم رات کے وقت خادم صاحب کے پاس حاضر ہوئے تو آپ کا بڑا لڑکا ملک عبدالباسط صاحب آپ کے پاس تھا انہوں نے جانے سے پہلے ہمیں سب کچھ سمجھا دیا تاکہ رات کے وقت خادمؔ صاحب کو دوائی۔ پانی یا کسی دوسری چیز کی ضرورت پڑنے پر دے سکیں۔ خیر جب ملک عبدالباسط صاحب جانے لگے۔ تو خادمؔ صاحب کہنے لگے۔ بیٹا ان کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے تاکہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اور خدا حافظ کہہ کر عبدالباسط کو رخصت کیا۔ کیونکہ انہوں نے صبح پھر آنا تھا۔ پھر ہماری طرف مخاطب ہوئے ہم دونوں کا نام ہمارے والد صاحبان کے نام اور کہاں کام کرتے ہیں دریافت فرمایا۔ جو کہ آپ کو بتایا گیا۔ چونکہ میرے والد صاحب (ڈاکٹر لعل دین صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ریٹائرڈ) کو خادمؔ صاحب اچھی طرح جانتے تھے۔ پھر ان کے متعلق فرمانے لگے کہ وہ آج کل کہاں ہیں۔ جب انہیں ملو تو میرا اسلام کہہ دینا۔ غرضیکہ کافی رات تک ہم سے باتیں کرتے رہے۔ اور جب کبھی نیند کے بعد آپ کی آنکھ کھلتی۔ فرماتے میں کتنی دیر سویا۔ بتایا یہ کہ آپ اتنی دیر سوئے الحمد للہ کہہ کر دعاؤں میں مشغول ہو جاتے اور دعائیں کرتے کرتے آپ کی آنکھ لگ جاتی۔ نیز ہم دونو سے بھی دریافت فرماتے رہے کہ سردی تو نہیں لگ رہی۔ غرضیکہ رات بھر آپ نے اپنی بیماری کے باوجود ہمارا بہت خیال رکھا۔ جب نماز فجر کا وقت ہوا فرمانے لگے ساتھ والے کمرہ سے گرم پانی لے کر وضو کرنا (کیونکہ ساتھ والا کمرہ ہسپتال کا کچن تھا۔ اس لئے وہاں سے گرم پانی مل سکتا ہے)۔ اس پر ہم نے آپ کے فرمانے پر گرم پانی لے کر وضو کیا اور نماز ادا کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کو دعاؤں میں مشغول پایا۔ اور اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

میرے ساتھی نے آپ سے جانے کے لئے اجازت مانگی کیونکہ اسے کالج جانا تھا۔ آپ فرمانے لگے۔ کہ سردی ہے ذرا ٹھہر جاؤ۔ ابھی چائے آ جائے گی۔ پی کر جانا۔ کیونکہ تم لوگ رات جاگتے رہے ہو

نیز سورج بھی نکل آئے گا - اس پر میرا ساتھی شیخ عبدالرحیم ولد شیخ عبدالحمید صاحب کہنے لگا مجھے جلدی ہے ، اور میرے پاس چادر ہے - میں اسے اوڑھ لونگا فرمانے لگے - نہیں چائے ضرور پی کر جانا - چند منٹ انتظار کے بعد چائے آگئی - اور ہم نے پی لی - تب آپ نے فرمایا اچھا اگر جانا ہی ہے تو چادر کو میرے سامنے اوڑھ لو - کیونکہ میں بھی کالج کا طالب علم رہا ہوں اور مجھے کالجوں کے طالب علموں کا پتہ ہے - وہ چادر اوڑھنا کچھ معیوب خیال کرتے ہیں - اس پر شیخ عبدالرحیم نے چادر آپ کے سامنے اوڑھ لی - تب آپ نے اس کو اجازت دی - پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے - تمہیں تو جلدی نہیں - کیونکہ میں نے دفتر ۹ بجے جانا تھا - اس لئے میں نے کہا کہ مجھے جلدی نہیں - فرمانے لگے سات بجے کے قریب عبدالباسط آجائے گا پھر چلے جانا - پھر آپ ہمارے حلقہ (راجگڑھ چوبرجی لاہور) میں تبلیغ وغیرہ کے متعلق دریافت فرماتے رہے - پھر آپ نصیحت آموز طریق پر فرمانے لگے " دیکھو مجھے تو احمدیت کی تبلیغ کا بچپن سے ہی بہت شوق تھا اور کالج کے زمانہ سے تو ہمارا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا - اور میں کالج کے لڑکوں میں اکثر تبلیغ کیا کرتا تھا - اس لئے مجھے اکثر لڑکے کالج میں بجائے "ملک" کے "مرزا" کے نام سے پکارتے تھے - کیونکہ وہ یہی سمجھتے ہوں گے - کہ یہ احمدیت کی تبلیغ کرتا رہتا ہے اس لئے مرزا ہی ہوگا - یہاں تک کہ ہماری کالج کی فوٹو پر بھی کالج والوں نے میرا نام ملک عبدالرحمٰن خادم کی بجائے مرزا عبدالرحمٰن خادم ہی لکھا ہوا ہے اور یہ فوٹو ابھی تک یہاں گورنمنٹ کالج لاہور میں لگی ہوئی ہے " غرضیکہ جتنی دیر آپ کے پاس رہنے کا وقت ملا - آپ احمدیت کی تبلیغ کے متعلق ہی نصیحتیں فرماتے رہے -

دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی سب کو توفیق عطا فرمائے (آمین) خاکسار

مصباح الدین - ڈرائنگ برانچ لاہور

بقیہ صفحہ ۴۸ "میرے ہم زلف خادم صاحب گجراتی"

نہ صرف جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے - بلکہ ہم سب کو جو محض ان کی ہی وجہ سے گجرات میں آباد ہوئے تھے - ایسا ناقابل برداشت صدمہ پہنچایا ہے - جس کا ازالہ مستقبل قریب میں ہونا ناممکن نظر آتا ہے - ان کے بچے ابھی تقریباً سب نابالغ ہیں - تعلیم بالکل نامکمل ہے - بچیوں کی شادیاں اور لڑکوں کے روزگار کا سوال ابھی دور تک باقی ہے - اب سوائے خدا تعالےٰ کے اور کیا سہارا ہو سکتا ہے - اس ہی کے حضور دعا ہے - کہ وہ ان سب کا حامی و ناصر ہو - اور غیب سے مدد فرمائے - تا یہ لوگ اپنے درخشندہ باپ کے صحیح معنوں میں جانشین ثابت ہو سکیں - اور مذہب اور قوم کے سچے خادم بنیں - آمین -

---

محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؔ کی یاد میں

(از مکرم شیخ نور احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور)

سو گیا زیرِ زمین گلشن کو کر کے سوگوار
وہ گلِ رعنا ریاضِ احمدیت کی بہار

حُسنِ یوسف کی تجلّی اِس طرح اوجھل ہوئی
قوم کی آنکھیں ہیں اب تک اسکے غم میں اشکبار

خالدِ فضلِ عمر! تیغِ براہینِ خدا!
تو نثارِ احمدیت اور ہم تجھ پر نثار

مٹ نہیں سکتا کبھی دل سے ترا داغِ الم
رک نہیں سکتی کبھی ان آنسوؤں کی جوئبار

دم بخود ہے اک جہاں تیری جوانا مرگ پر!
تیرے غم سے سینۂ گیتی میں ہے اک خلفشار

موت پر تیری مگر اب تک یقیں آتا نہیں
کیا خزاں کا ہاتھ کر سکتا ہے سورج کو شکار؟

خدمتِ اسلام کا جذبہ تھا دل میں موجزن
ملّتِ احمدؐ کا تو خادم رہا دیوانہ وار

کھینچتی تھی بزم میں دل، نرم گفتاری تری
پھر دمِ تقریر تھا تو عزم تُند و استوار

مصلحِ موعود کی افواج کے شبیرِ جری!
تیرے آگے ہر معاند روبۂ زار و نزار

کاٹ دی تو نے دلائل سے حریفوں کی قطار
تو کہ تھا اعدا کے حق میں اک چمکتی ذوالفقار

لرزہ بر اندام روحِ کفر تیرے سامنے
موڑ کر رکھ دی تھی تو نے خنجرِ باطل کی دھار

ڈال دی تو نے صفِ اعدا میں بڑھ کر تھرتھری
اُڑ گئے ساونت ہیبت سے تری مثلِ غبار

ہے تصوّر میں فروزاں وہ رُخِ انور ترا
نور افشاں خوش جمال و پُر جلال و باوقار

ڈھونڈتی ہے چشمِ حیراں اور تو ملتا نہیں
زیست کے پہلو نظر آتے ہیں کچھ تاریک و تار

سوچتا ہوں ڈوب کر شاید اُبھر آئے گا چاند
کیونکہ ہے یہ بھی تو رسم گردشِ لیل و نہار

ذہن بُنتا ہے اگرچہ کتنے اَن ہونے خیال
لوٹ کر آیا نہیں لیکن کوئی انجامِ کار

جنّتِ فردوس میں خادم! نشیمن ہے ترا
ہو محافظ تیرے بچوں کا خدائے کردگار

ہمارے پرانے رفیق کار مکرم خادم صاحب کا سانحۂ انتقال

(از مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

ہمارے پرانے رفیق کار مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی دارالفناء سے دارالبقا کی طرف انتقال فرما چکے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اوائل دسمبر ۵۷ء میں جب میں ان کی عیادت کے لئے میو ہسپتال میں گیا تو وہ ہشاش بشاش نظر آئے اور کہا کہ اب پہلے سے مجھے کافی افاقہ ہے۔

مکرم خادم صاحب مرحوم و مغفور سے میں اس وقت سے واقف ہوں جبکہ وہ ابھی کالج میں تعلیم پا رہے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں بھی آپ کو تبلیغ احمدیت کا شوق تھا۔ اکثر مباحثات سننے کے لئے آیا کرتے۔ جب میں نے ابتداء میں مخالفین سے مناظرات شروع کئے تو ان میں سے بھی وہ بعض مناظرات میں حاضر ہوئے۔ ان کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے احمدیہ لٹریچر کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقررین اور مناظرین کی صف اول میں شمار ہوئے۔ جب کبھی انہیں سلسلہ کی طرف سے مناظرہ کے لئے یا جلسوں میں تقریر کرنے کے لئے دعوت دی گئی تو انہوں نے بخوشی خاطر اس پر لبیک کہی۔ اور اپنے ذاتی کاموں کو پیچھے ڈال کر تبلیغی کام کو مقدم کرتے رہے ـــ تحقیقاتی عدالت کے سلسلہ میں بھی انہوں نے ہمارے ساتھ چھ سات ماہ کام کیا۔ روزانہ گجرات سے لاہور آیا کرتے۔ اور آخری بحث میں بھی حصہ لیا۔

بحث کے لئے تحقیقاتی عدالت نے دوسروں کی نسبت سے ہمیں تھوڑا وقت دیا تھا۔ لیکن خادم صاحب مرحوم نے تھوڑے سے وقت میں نہایت قابلیت کے ساتھ دوسری پارٹیوں کے اعتراضات کے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ تحقیقاتی عدالت کے جج صاحبان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت کے صدر نے اس کا اظہار کیا کہ خادم صاحب نے بہت اچھی بحث کی ہے۔ تحقیقاتی عدالت کی مطبوعہ رپورٹ میں زیر عنوان

"اسلامی اصطلاحات کا استعمال"

ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

الغرض خادم صاحب کی وفات سے ہمارا ایک قدیم رفیق کار اور ایک مخلص خادم سلسلہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ لیکن بقول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا ✦ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

قطعہ خاص میں عام قواعد کی رو سے خادم صاحب مرحوم قطعہ عام بہشتی مقبرہ میں دفن کئے جا سکتے تھے۔ لیکن ان خدمات اور قربانیوں کے پیش نظر جو انہوں نے سلسلہ کے لئے کی تھیں۔ میں نے بحیثیت صدر مجلس کارپرداز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے عرض کیا۔ اور حضور کی اجازت سے انہیں قطعۂ خاص میں دفن کیا گیا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ

خادم صاحب مرحوم

(از مکرم ابوالبشارت مولوی عبدالغفور صاحب مربی سلسلہ احمدیہ)

ملک عبدالرحمٰن صاحب گجراتی نے اپنے لئے خادمؔ تخلص چنا۔ اور حق یہ ہے کہ آپ نے خادمؔ کہلانے کا حق ادا کر دیا۔ آپ خادم رہے زندگی بھر اسلام کے خادم رہے۔ احمدیت کے خادم رہے مسلمانوں کے، خادم رہے دنیا کے ہر طبقہ کے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی اس کے ظالم ہونے کی حالت میں بھی مدد کر اور مظلوم ہونے کی حالت میں بھی مدد کر۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ حضور مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر ظالم کی مدد کا مفہوم کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکنا یہ بھی اس کی مدد کرنا ہے۔

سو خادم صاحب نے اسلام اور احمدیت کی خدمت تو اس رنگ میں کی۔ کہ بہترین اور مضبوط دلائل احسن پیرایہ میں دنیا کے سامنے تقریر اور تحریر کے ذریعہ پیش کئے اور غیروں کی خدمت اس رنگ میں کی۔ کہ ان کے مذاہب کے کمزور پہلو ان کے سامنے نمایاں طور پر پیش کئے اور کئی سعید روحوں نے آپ کی اس خدمت سے فائدہ اٹھایا۔ اور صداقت کو پہچاننے اور قبول کرنے کی توفیق پائی۔

آپ طالب علم ہی تھے کہ ظاہری تعلیم کیساتھ آپ کو دینی علوم کے حصول کا بھی شوق پیدا ہوا۔ اور دینی علوم کا شوق اس قدر غالب آتا گیا کہ آپ کے کلاس فیلو بھی اور دوسرے لوگ بھی آپ کے دینی شوق اور دینی غلبہ کے قائل ہو گئے۔

گویا جوں جوں آپ ظاہری کلاسوں میں ترقی کرتے گئے، ساتھ ہی ساتھ دینی کلاسوں میں بھی ترقی کرتے چلے گئے۔ آپ کالج تک پہنچے تو دینی معلومات میں بھی وہی ترقی حاصل کر لی۔ جو ہمارے دینی کالج کے طلباء نے دینی کالج میں داخل ہو کر حاصل کی۔ آپ نے دینی معلومات کے حصول کو اپنی ذاتی ترقی تک محدود نہ رکھا۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ زبانی گفتگو۔ تحریری خط و کتابت۔ اخبارات میں مضامین کے ذریعہ۔ تقاریر کے ذریعہ۔ مناظرات کے ذریعہ آپ اپنے معلومات دینی سے دنیا کو فائدہ پہنچاتے رہے۔

آخر آپ نے دنیاوی علوم میں اپنے لئے وکالت کی ڈگری حاصل کی اور آپ وکیل بن گئے۔ مگر ساتھ ہی دینی علوم میں ترقی کر کے دینی وکیل بھی بن گئے۔

آپ نے حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کے لٹریچر کا محنت توجہ اور شوق سے مطالعہ کیا۔ دینی خدمت کا جب بھی آپ کو موقعہ ملا۔ آپ نے خادم دین ہونے کا مظاہرہ کیا۔ عمدہ اور پیچیدہ مسائل پر آپ نے عام فہم طریقہ پر تقاریر کر کے اپنا خادم ہونا ثابت کیا۔ جب بھی کسی دشمن اسلام اور معاند احمدیت نے اسلام پر کسی رنگ میں حملہ کرنا چاہا۔ آپ سینہ تان کر خادم اسلام بن کر اس کے مقابل پر آ ترے آئے اور اس قدر اپنا اثر اور رعب پیدا کر دیا۔ کہ

جماعت احمدیہ گجرات کے دو عظیم امراء کا افسوسناک انتقال

(از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)

جماعت احمدیہ گجرات کے دو امیروں کا قریب ترین فاصلہ کے اندر اندر پُر ملال وحسرت انتقال کر جانا علاوہ مقامی جماعت کے سلسلہ احمدیہ کے لئے بھی ان دو قابل ترین ہستیوں کی وفات کا صدمہ معمولی صدمہ نہیں۔ بلکہ گجرات کی جماعت احمدیہ کے افراد میں اس شان قابلیت کے نمونے شائد ہی جماعت احمدیہ گجرات کو میسر آسکیں۔

پہلے مکرم ومحترم جناب چوہدری احمدالدین صاحب جیسا قابل اور اہل علم اور ایڈوکیٹ جو جماعت احمدیہ اور سلسلہ حقہ احمدیہ کی خدمات سالہاسال کرنے کے علاوہ عام پبلک کی خدمات کے لئے ایک بہترین نافع وجود تھا۔ اور اپنی نیکی اور تقویٰ اور شرافت اور نافع الناس ہونے سے آپ کی وفات سے عوام اور خواص کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ وہ امیر جماعت احمدیہ کی حیثیت بھی رکھتے تھے اور اسی طرح سے ان کا وجود اور بھی بابرکت اور فوائد عامہ کے لحاظ سے نافع ترین وجود تھا۔

پھر آپ کی وفات کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گذرنے پر دوسرے امیر جماعت احمدیہ گجرات ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؓ جو نوجوان بھی تھے اور قریباً ۴۷ سال کی عمر تک پہنچے تھے۔ کہ وفات پا گئے۔ اور بی۔ اے اور قابل وکیل بھی تھے۔ علاوہ عوام الناس کے افادہ کے آپ کی زندگی کا بہترین حصہ علاوہ فرائض امارت مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے خدمات سلسلہ حقہ میں بسر ہوتا رہا۔ آپ ایڈوکیٹ کی حیثیت اور مذہبی معلومات کے علاوہ فن مناظرہ میں بھی بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اور تحریر اور تقریر میں اعلےٰ قابلیت رکھتے تھے۔ اور جس طرح چوہدری احمدالدین صاحب نے حضرت اقدس کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" نام جو جلسۂ مذاہب لاہور میں اعجازنمائی کی شان کے ساتھ پڑھی گئی۔ جس کے متعلق تمام اقوام کے حاضرین افراد کی طرف سے اس کی بے نظیری اور فائق ہونے کے متعلق داد دی گئی۔ وہ اسلامی اصول کی فلاسفی والی تقریر اردو زبان میں تھی۔ جس کا ترجمہ فارسی زبان میں چوہدری احمدالدین صاحبؓ نے نہایت ہی قابلیت سے کیا۔ اور آپ نے اسی سال کے قریب عمر پہنچنے پر وفات پائی لیکن عزیز خادمؓ ابھی جوان عمر ہی تھے۔ آپ کی طرف سے ایک مکمل نوٹ بک بھی شائع ہوئی۔ جس میں ایک احمدی مناظر قریباً ہر طرح کے مناظرات میں ان کی نوٹ بک سے کافی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ایک نہایت اہم تاریخی یادداشت

جولائی ۱۹۵۲ء کی بات ہے۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز کی منظوری سے ایک وفد مشتمل بر ۱۔ جناب مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے ربوہ
۲۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور۔
۳۔ جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس ربوہ۔
۴۔ جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ایڈووکیٹ گجرات۔
۵ خاکسار عاجز ابوالعطاء جالندھری ربوہ

اس وقت کی مرکزی وزارت گورنمنٹ پاکستان سے ملنے اور جماعت کے بارے میں بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس وقت کے وزیراعظم جناب خواجہ ناظم الدین صاحب نے اپنے ساتھی وزراء (۱) جناب مشتاق احمد صاحب گورمانی (۲) جناب فضل الرحمٰن صاحب بنگالی (۳) جناب عبدالرب صاحب نشتر (۴) اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کی موجودگی میں ہمیں ملاقات کا موقعہ دیا اور قریباً تین گھنٹے تک ہماری معروضات پوری توجہ سے سنتے رہے۔ دوران گفتگو میں وزراء صاحبان کبھی کبھی بعض استفسار بھی فرماتے رہے۔

وفد کے قائد حضرت مولانا درد صاحبؓ نے پروگرام کے مطابق تعارف کرانے کے بعد ہم سب کو باری باری اپنے مقررہ موضوع کے بارے میں وضاحت کرنے کا ارشاد فرمایا تھا ہمارے وفد کے ارکان میز کے ایک طرف اور وزراء صاحبان دوسری طرف آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ گفتگو اس طرح ہوئی تھی۔ کہ سب سے پہلے خاکسار نے اپنے ذمہ کے مضمون کے بارے میں پورے حوالہ جات پیش کئے پھر جناب مولانا شمس صاحب نے اپنے مضمون کے متعلق پورا پورا حق ادا فرمایا۔ پھر جناب ملک خادم صاحبؓ نے اپنے متعلقہ موضوع کی کامل اور پوری تشریح کی۔ پھر جناب شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنے حصہ کے امور پر پوری روشنی ڈالی اور آخر میں جناب درد صاحبؓ مرحوم نے امور متفرقہ کو اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمایا۔

اس نہایت اہم وفد کے دو محترم رکن اس وقت دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں۔ یعنی حضرت مولانا درد صاحب اور جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم ــــــ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ حضرت درد صاحب اور جناب خادم صاحب کو ان کی نیک مساعی کا اجر عظیم بخشے۔ اور مولانا شمس صاحب جناب شیخ بشیر احمد صاحب اور خاکسار کو خدمت دین کے لئے لمبی عمریں عطا فرما کر پورے خلوص سے ایسی خدمات کی توفیق بخشے جو اس کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہوں۔ اللھم آمین یارب العالمین۔ خاکسار۔ ابوالعطاء ۲۳ دسمبر ۵۸ء

ملک عبدالرحمن صاحب خادم کا آخری پیغام

مکرم خادم صاحب کا یہ پیغام جو انہوں نے حاضرین جلسہ سالانہ کے لئے ارسال کیا ۔ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۷ء کو مولانا ابوالعطاء صاحب نے جلسہ میں پڑھ کر سنایا ۔

"واحباب ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

آپ خوش نصیب ہیں کہ ربوہ کی مقدس سر زمین میں ہیں۔ اس مقدس اجتماع میں شامل ہو کر خدا کے مقدس خلیفہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے با برکت اور پر معارف کلمات سننے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ۔ اور میں اپنی بد قسمتی کے باعث اس سعادت سے محروم ہوں ۔ میں سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالی کی شفقت توجہ اور دعاؤں کے لئے ممنون احسان ہوں نیز آپ سب احباب جماعت کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ کہ آپ نے میری تشویشناک علالت کے دوران میں انتہائی خشوع و خضوع سے دعائیں کیں اور صدقات دئیے جو اللہ تعالی کے فضل اور رحمت کو جذب کرنے کا باعث ہوئے ۔ اور جو چیز بظاہر ناممکن تھی ۔ وہ ممکن ہوگئی یعنی اللہ تعالی نے مجھے صحت عطا فرمائی بقول حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز ۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو زور دعا دیکھو تو

اصل بیماری سے تو میں خداتعالی کے فضل سے صحت یاب ہوچکا تھا ۔ محض کمزوری باقی تھی ۔ اور یہ امید تھی کہ جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے اور سیدنا حضرت امیرالمومنین کے کلمات طیبات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل کر سکوں گا ۔ لیکن اچانک ۲۴ دسمبر بعد دوپہر دائیں ٹانگ میں سوجن پیدا ہوگئی اور اس کے ساتھ بائیں ران میں شدید درد شروع ہوگیا ہے ۔ جس کے باعث ۲۴ دسمبر کا بقیہ دن اور ۲۵ کی درمیانی رات بے آرامی اور بے چینی سے گذری ۔ یہ نئی تکلیف ہے ۔ جس کے دور ہونے میں کافی وقت لگتا ہے ۔ اور مجھے ہسپتال میں ابھی کچھ عرصہ اور ٹھہرنا ہوگا ۔ جہاں میں آپ احباب کی گذشتہ دعاؤں کے لئے آپ کا شکر گذار ہوں ۔ وہاں مزید دعاؤں کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی جلد سے جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور دین کی بے لوث خدمت کرنے اور رضائے الہی کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطافرمائے ۔ (آمین) و السلام احقر ملک عبدالرحمن خادم از میوہسپتال ۔ البرٹ وکٹر وارڈ کمرہ نمبر ۵ لاہور ۵۷-۱۲-۲۵ ۔

(الفضل ۲ جنوری ۵۸ء)